

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

زندگی جینے کا فن

از

ڈاکٹر نورالحسین قاضی

CRIS

Shahpur, Karnataka, India

www.cris.co.nf

اظہار خیال

سب تعریفیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جو بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے۔ درود و سلام ہوا اللہ کے آخری نبی و رسول جناب محمد ﷺ پر۔

خوشگوار زندگی گزارنا ہر انسان کا ایک خواب ہوتا ہے۔ وہ پرسکون زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہے جب کہ انسان دین اسلام پر عمل کرے، کیونکہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو زندگی کے ہر گوشہ میں انسان کی صحیح و مفید رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ رب العزت کے نازل کردہ دین میں جہاں اُخروی معاملات میں رُشد و ہدایت دی گئی ہے، وہاں اس میں دنیوی امور میں بھی انسانوں کی راہنمائی کی گئی ہے۔ جس طرح اس دین کا مقصد آخرت میں انسانوں کو سرفراز و سر بلند کرنا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ دین اس لئے بھی نازل فرمایا کہ انسانیت اس دین سے وابستہ ہو کر دنیا میں بھی خوش بختی اور سعادت مندی کی زندگی بسر کرے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا۔ ان کی سب سے زیادہ کی جانے والی دعا میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہی کا سوال ہوتا۔ امام بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے بیان کیا: کان اکثر دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم: رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (نبی کریم صلی اللہ علیہ اکثر یہ دعا کرتے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی دیجئے اور آخرت میں بھلائی عطا فرمائیے۔ اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچائیے۔) (صحیح بخاری، کتاب الدعوات، رقم الحدیث: 6389)

الحمد للہ میں نے ڈاکٹر نور الحسنین قاضی کی کتاب، زندگی جینے کا فن، کا بغور مطالعہ کیا ہے۔ مکمل کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ یقیناً جو کوئی بھی اس کتاب کو پڑھے گا اور اس پر عمل کرے گا تو ان شاء اللہ اس کی زندگی سنور جائے گی۔

کامیاب زندگی گزارنے کے اصولوں پر ماضی میں بھی اور حال میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی

ہیں۔ ماضی میں امام ابو حاتم محمد بن حبان نے اس عنوان پر روضة العقلاء و نزہۃ الفضلاء نامی کتاب لکھی، لیکن اس کتاب میں انہوں نے احادیث کی تشریح روایتی انداز میں کی ہے یعنی اقوال الرجال سے بھر دیا۔ جبکہ حال میں اس عنوان پر دکتور محمد عبدالرحمن العریفی کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ، زندگی سے لطف اٹھائیے دستیاب ہے۔ اس کتاب میں دکتور صاحب زندگی گزارنے کے اصولوں کو بیان کرنے کے لئے اپنے اطراف و اکناف کے واقعات کو زیادہ ترجیح دی ہے۔ دور حاضر میں مستشرقین نے بھی اس عنوان پر بہت سی کتابیں لکھی ہیں، لیکن وہ کتابیں گمراہ لوگوں کی زندگی کے واقعات پر مشتمل ہیں۔

پیش نظر کتاب خالص قرآن اور صحیح احادیث کی روشنی میں زندگی گزارنے کے سنہرے اسلامی اصولوں کو بیان کرتی ہے۔ احادیث کی تشریح میں روایتی انداز کے بجائے عملی اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے، تاکہ قارئین آسانی سے سمجھ سکے۔ الغرض ڈاکٹر نورالحسین صاحب کی کتاب، زندگی جینے کا فن، کا مطالعہ ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے اور عمل کرنے سے ان شاء اللہ کوئی بھی قاری خوشگوار زندگی ضرور گزار سکے گا، باذن اللہ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس خدمت کو قبول فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔ اور اس کتاب کا نفع عام کرے۔

خادم الاسلام

ڈاکٹر محمد یسین شوراپوری

پیش لفظ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

زندگی جیسا ایک فن ہے۔ اس فن کو سیکھیں گے تو ایک اچھی زندگی جی سکیں گے ان شاء اللہ، ورنہ ہم خود اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی زندگی، بیکار یا تباہ کر لیں گے، معاذ اللہ۔

دنیا میں خوش رہنے کے لئے چار باتوں کی ضرورت ہوتی ہے: ضرورت بھر مال، اچھی صحت، اچھے اہل و عیال اور زندگی جینے کا فن۔ آپ کے پاس پہلی تین باتیں موجود ہوں، لیکن چوتھی بات یعنی زندگی جینے کا فن نہ ہو تو یقیناً مائے آپ چین و سکون کی زندگی نہیں جی سکتے۔ بس اسی فن کو سکھانے کے لئے اسلام آیا ہے۔ اسلام ماخوذ ہے دو الفاظ سے: سَلَمٌ جس کا معنی ہے سلامتی اور سَلَمٌ جس کا معنی ہے سپردگی۔ اسلام کا لغوی معنی یہ ہوا کہ جو شخص بھی اپنے نفس کو اللہ کے سپرد کرے گا وہ دنیا و آخرت میں سلامت رہے گا۔ اللہ فرماتا ہے:

يَهْدِيْهِۦٓ بِهٖ اللّٰهُ مِّنَ النَّبِيِّ رِضْوَانًا سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمۡ اِلَى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٧﴾

جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیچھے چلتے ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے اُن کو اندھیروں سے نکال کر اُجالے کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔“ (المائدہ: 16)

اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا و آخرت میں سلامت رہیں، چین و سکون سے رہیں تو ہم اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر کے اسلامی طرز زندگی اپنائیں۔ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔

اس کتاب میں چین و سکون بھری زندگی جینے کے لئے جس سوچ کی ضرورت ہوتی ہے اس کو سکھایا گیا ہے، کیوں کہ انسان زندگی میں جو بھی کرتا ہے وہ اس کی سوچ کا نتیجہ ہوتا ہے۔ انسان کا عمل اس کے سوچ کی پیداوار ہوتا ہے، باذن اللہ۔ سوچ اچھی ہو تو عمل بھی اچھا ہوتا ہے؛ اس کے برعکس سوچ بری ہو تو عمل بھی برا

ہوتا ہے، نیز عمل اچھا ہو تو نتائج بھی اچھے برآمد ہوتے ہیں، باذن اللہ۔ اگر عمل برا ہو تو نتائج بھی برے برآمد ہوتے ہیں۔ سوچ بیچ ہے۔ عمل اس سے پھوٹ کر نکلا ہوا درخت ہے اور نتائج پھل ہیں۔ تو جو بیج بوؤ گے وہ پھل پاؤ گے، ان شاء اللہ۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ آم کی بیج بونے کے بعد نیم کا درخت نکل آئے یا نیم کی بیج بونے کے بعد آم کا درخت نکلے۔ اس لئے اگر آپ اچھی دنیا اور اچھی آخرت چاہتے ہیں تو اچھی سوچ رکھیں۔ اللہ فرماتا ہے:

قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا ۝۹

یقیناً فلاح پا گیا (کامیاب ہوا) وہ جس نے نفس کا تزکیہ کیا (پاک کیا)۔ (الشمس: 9)

تو ہم اپنے نفس کا تزکیہ کیسے کر سکتے ہیں؟ اپنی سوچ بدل کر۔ اگر آپ اپنے کسی برے عمل یا عادت کو بدلنا چاہتے ہیں تو اس عمل یا عادت کے پیچھے باذن اللہ کونسی بری سوچ کارفرما ہے اس کا پتہ لگائیے اور اس بری سوچ کو اچھی سوچ سے بدل لیں۔ عادت یا عمل اپنے آپ بدل جائے گا، ان شاء اللہ۔ اللہ کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو اس کی سوچ کو درست کرتا ہے اور ذہن کی گانٹھوں کو کھول دیتا ہے اور اللہ جسے گمراہ چھوڑ دیتا ہے اس کے ذہن کے دروازے بند کر دیتا ہے اور سوچ میں ٹیڑھا پن آ جاتا ہے۔

کسی بھی بری سوچ کو اچھی سوچ سے بدلنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ سے دعا کریں کہ وہ آپ کی بری سوچ کو اچھی سوچ سے بدلے۔ پھر آپ بار بار وقتاً فوقتاً اچھی سوچ کے ذریعہ اپنے آپ کو سمجھاتے رہیں۔ اپنے آپ کو سمجھاتے وقت آپ کو جذبہ باقی ہونا پڑے گا۔ اس میں کچھ دن بھی لگ سکتے ہیں اور کچھ مہینے بھی لگ سکتے ہیں۔ آپ کو ہمت نہیں ہارنی ہے۔ بس ڈٹے رہنا ہے۔ یہی خود کی اصلاح کا راز ہے۔

اس مختصر سی کتاب کو حقیر نہ جانیں اس کتاب پر عمل کرنے سے آپ کی پوری زندگی بدل جائے گی اور آپ کی زندگی میں ڈھیر سا راز خیر آئے گا اور ڈھیر سا رے مصائب و پریشانیوں سے آپ محفوظ ہوں گے، ان شاء اللہ۔ ہفتہ میں اس کتاب کا صرف ایک ہی عنوان کا مطالعہ کریں اور بار بار مطالعہ کریں۔ اور اس پر عمل کرنے کا پختہ ارادہ کریں۔ یاد رکھیں، اس کتاب کے صرف مطالعہ سے آپ کی زندگی نہیں سنورے گی، بلکہ اس کتاب میں دی گئی تعلیمات پر عمل کرنے سے آپ کی زندگی چین و سکون سے گذرے گی، ان شاء اللہ۔ اس

کتاب میں موجود اچھی سوچ کو اپنائیے اور اچھی زندگی بسر کریں۔

آپ اس کتاب کو اپنے دوستوں اور رشتہ داروں میں بھی شیئر کریں، آن لائن بھی شیئر کریں۔ آپ اس کتاب کے تعلق سے اپنے تاثرات مؤلف کو لکھ بھیجیں۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔
آخر میں اللہ سے دعاء ہے کہ اس کتاب کو امت کے لئے مفید بنائے اور مؤلف اور جو بھی اس کو شائع کرے یا پھیلانے ان کے لئے ذریعہ مغفرت و نجات بنائے، آمین۔

خادم الاسلام
ڈاکٹر نور الحسن قاضی

CEO, CRIS, Shahpur

E-mail: dr.noorulhussaink@gmail.com

Website: www.cris.co.nf

مقصد حیات اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد

زندگی کو جیسے دل میں آئے ویسے جینے یا زندگی جیسی سامنے آئے ویسے جینے سے زندگی بیکار و تباہ ہو جاتی ہے۔ کامیاب زندگی جینے کے لئے زندگی کا ایک مقصد ہو اور زندگی کو مقصد کے حصول کے لئے تیار کریں اور لگا دیں۔ ایک مسلم کا مقصد حیات رضائے الہی ہوتا ہے۔ وہ اسی کے لئے جیتا ہے اور اسی کے لئے مرتا ہے، وہ اسی کے لئے اپنی زندگی تیار کرتا ہے، اسی کے لئے عبادت کرتا ہے اور اسی کے لئے قربانیاں پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ إِنْ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ (الانعام: 162)

”کہو، میری صلوٰۃ، میری قربانیاں، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے۔“

یہ ایسا مقصد حیات ہے جس کا مقابلہ کوئی اور مقصد کر ہی نہیں سکتا، کیوں کہ دوسرے مقاصد کے فوائد صرف دنیا تک محدود ہوتے ہیں، لیکن اس مقصد حیات کا فائدہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ ہوتا ہے، باذن اللہ۔ اور موت کے بعد اور زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ آپ کی سوچ یہ ہو:

”میں اللہ کی رضا کے لئے جیوں گا/گی اور اللہ ہی کی رضا کے لئے مروں گا/گی، ان شاء اللہ۔“

اس بات کو بار بار وقتاً فوقتاً اپنے آپ کو سمجھاتے رہیں۔ یہاں تک کہ یہ بات، سوچ بن کر، آپ کے ذہن میں بیٹھ جائے اور آپ اس سوچ کے مطابق ہی زندگی گزارنے لگ جائیں۔ شروع شروع میں کوئی بھی اچھی سوچ ذہن میں بیٹھنا مشکل معلوم ہوتا ہے، لیکن آپ ڈٹ جائیں اور ڈٹے رہیں۔ پھر کچھ ہی دنوں میں آپ، ان شاء اللہ، دیکھیں گے کہ جو کام آپ کو مشکل لگ رہا تھا وہ آپ کو آسان لگنے لگا ہے، بفضل اللہ۔ جیسے ہی آپ کی یہ سوچ بن جائے اور آپ کا ارادہ مضبوط ہو جائے، باذن اللہ، تو آپ اللہ سے گڑ گڑا کر دعاء کریں کہ وہ آپ کو قبول کرے۔ پھر اپنی زندگی کے ایک ایک شعبہ پر نظر دوڑائیں اور دیکھیں کہ آپ کی زندگی میں اللہ کو

ناراض کرنے والے کون کون سے عقائد و سوچ ہیں، کون کون سے اعمال اور طور طریقے ہیں۔ ان سب کی ایک فہرست بنائیں۔ پھر ان کو ایک ایک کر کے اپنے میں سے نکالنے کی تدبیریں بنائیں، جدوجہد کریں۔ اگر آپ بے نمازی ہیں تو اس کی وجوہات پتہ کریں: عیاشی، کاہلی، وقت کی کمی یا مسجد کا دور ہونا۔ تنہائی میں بیٹھ کر غور و فکر کریں۔ اپنے آپ کو سمجھائیں کہ ان میں سے کوئی بہانہ اللہ کے پاس چلنے والا نہیں۔ اگر اللہ کو راضی کرنا ہے تو عیاشی اور کاہلی چھوڑنی پڑے گی، وقت کی کمی ہے تو وقت نکالنا پڑے گا، مسجد دور ہے تو جہاں جگہ ملے صلوٰۃ ادا کر لیں، اگر کچھ دوست مل جائیں تو اچھا ہے ورنہ اکیلے ہی۔ اسی طرح زکوٰۃ دینے کے لئے دل تنگ ہو رہا ہے تو ایک ہاسپٹل کو وزٹ دیں۔ دیکھیں وہاں لوگوں کا مال کیسے ضائع ہو رہا ہے۔ اور اگر غور و فکر کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنے ہی لوگوں کا مال اللہ کیسے کیسے ضائع کر رہا ہے، پھر ان لوگوں پر بھی غور کریں جو خوب محنت کرنا چاہتے ہیں، بلکہ کر رہے ہیں، لیکن اللہ نے ان کی روزی کو اس قدر تنگ کر رکھا ہے کہ ان کی ضرورتیں بھی پوری نہیں ہو پارہی ہیں۔ اپنے آپ کو سمجھائیں کہ آپ تو خوش نصیب ہیں کہ آپ کو اللہ نے اتنا مال عطاء کیا کہ آپ کی ضرورتیں نہ صرف پوری ہو رہی ہیں، بلکہ بہت سا مال بچا بھی ہے۔ جو اللہ آپ کو روزی دے رہا ہے اس اللہ کا صرف اتنا حکم ہے کہ سارے اخراجات کے بعد جو بچ جائے اس میں سے چالیسواں حصہ زکوٰۃ دیں۔ بقیہ 39 حصے آپ ہی رکھ لیں۔ یاد رکھیں اللہ کے پاس چالاکی کریں گے تو جو اللہ آپ کو روزی دے رہا ہے وہ آپ کی روزی کے ذرائع بند کر دینے پر بھی قادر ہے۔ ایک لاعلاج بیماری ساری دولت کو کھا جانے کے لئے کافی ہے۔ یاد رہے ایک مسلم کماتا ہی اس لئے ہے کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتیں پوری ہوتے ہی اپنے مال اور وقت کو اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے میں صرف کرے۔ ایک مسلم کبھی اپنے ارمانوں اور خواہشات کو پورا کرنے کے لئے نہیں کماتا۔ وہ بخوبی جانتا ہے، بحمد اللہ، کہ اس کے ارمان و خواہشات پوری کرنے کے لئے یہ دنیا نہیں ہے اور نہ کبھی یہاں ارمان و خواہشات پورے ہوتے ہیں۔ کیوں کہ ایک خواہش پوری نہیں ہوتی دوسری خواہش جنم لیتی ہے۔ اس لئے ارمان و خواہشات تو آخرت میں ہی پورے ہوتے ہیں۔ اور آخرت میں ارمان و خواہشات پورے کرنے میں تو اللہ کو راضی کرنا پڑے گا۔

جب انسان کا ذہن یہ بن جاتا ہے، باذن اللہ، کہ اس نے اللہ کو راضی کرنا ہے، تو پھر اس کی سوچ اور اس کے

کام میں تبدیلیاں آنا شروع ہو جاتی ہیں۔ اس کی پوری زندگی بدل جاتی ہے۔ اب سب کے لئے وہ خیر کا باعث بن جاتا ہے۔ یہ ایک سوچ پوری زندگی کو بدلنے کے لئے کافی ہے، باذن اللہ۔ جیسے ہی ایک بندہ یہ سوچ بنالیتا ہے کہ اسے اللہ کو راضی کرنا ہے وہ اللہ کو راضی کرنے کے ذرائع تلاش کرتا ہے۔ وہ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتا ہے، تاکہ وہ جانے کہ وہ اللہ کو کیسے راضی کر سکتا ہے۔ پھر وہ قرآن و حدیث پر اخلاص کے ساتھ عمل کرنے لگ جاتا ہے۔ وہ ماں باپ کی عزت و خدمت کرتا ہے، اپنے بیوی بچوں اور سب کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے۔ اللہ کے حقوق پھر اللہ کے بندوں کے حقوق سب حتی الامکان ادا کرنے لگ جاتا ہے۔ کسی کو اپنی ذات سے نقصان نہیں پہنچاتا، بلکہ سب کو فائدہ ہی پہنچاتا ہے، باذن اللہ۔ اس طرح اس کی زندگی ایک خوشگوار اور پرسکون زندگی بن جاتی ہے۔

اس ایک سوچ سے انسان کی پوری شخصیت ہی بدل جاتی ہے، باذن اللہ۔ والدین خود بھی بچوں کو بھی، شوہر خود بھی اور بیوی کو بھی، انسان خود بھی اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی اس سوچ کو بنانے کی ترغیب دلائے، پھر دیکھیں کیسا انقلاب برپا ہوتا ہے۔ اس سوچ کے بن جانے کے بعد والدین کو بچوں سے، شوہر کو بیوی سے کوئی شکایت نہیں رہے گی، سب ایک دوسرے سے خوش رہیں گے، ان شاء اللہ، کیوں کہ اللہ کو خوش کرنے کے لئے سب ایک دوسرے کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آئیں گے، ایک دوسرے کا حق ادا کریں گے، ضرورت پیش آئی تو اپنا حق بھی چھوڑ دیں گے، ایک دوسرے سے غلطی ہونے پر معافی سے کام لیں گے، ذرائع کی قلت، صحت کی خرابی، خواہشات کے پورا نہ ہونے پر صبر و تحمل سے کام لیں گے، قناعت اور شکر گزاری کو اپنی عادت بنالیں گے، ان شاء اللہ۔

میں نے اپنے ایک دوست میں اچانک کئی مثبت تبدیلیاں دیکھی۔ میں نے اس سے کہا کہ میں تم میں بہت سی تبدیلیاں دیکھ رہا ہوں۔ اس نے پوچھا: کیسی تبدیلیاں؟ میں نے کہا: پہلے تمہیں دینی علوم میں دلچسپی نہیں تھی، اب دینی کتابیں مطالعہ کر رہے ہو۔ تم پہلے جب دل میں آتا تب نماز پڑھتے تھے، لیکن اب نماز کے پابند بن گئے ہو اور ذکر میں بھی خوب مشغول رہتے ہو۔ تم پہلے بات بات پر غصہ کرتے تھے، لیکن اب کئی دنوں سے میں نے تمہیں غصہ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ پہلے تمہاری باتوں میں تلخی بہت ہوتی تھی۔ اب کئی دنوں سے

دیکھ رہا ہوں تمہاری باتیں بہت میٹھی ہیں۔ پہلے سخت مزاج تھے اب نرم مزاج بن گئے ہو۔ پہلے تم دوسروں کی چھوٹی چھوٹی منفی باتوں سے بہت جلد بھڑک جاتے تھے، لیکن اب بہت اطمینان سے ان باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہو۔ پہلے تم سے ملنا مجھے ناپسند تھا، اب تمہارے ساتھ وقت گزارنے میں مزہ آ رہا ہے۔ یہ سب تبدیلیاں کیسے؟

وہ کہنے لگا: اگر مجھ میں واقعی یہ تبدیلیاں آئی ہیں تو الحمد للہ۔ یہ محض اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ نے تمہارے ذریعہ مجھے ہدایت دی۔

مجھے حیرانی ہوئی، کیوں کہ میں اس کو اس کی سخت مزاجی کی وجہ سے نصیحت بھی نہیں کرتا تھا، پھر میرے ذریعہ کیسے اسے ہدایت مل گئی، میں حیرانی سے پوچھنے لگا: میرے ذریعہ سے؟ کیسے؟

وہ کہنے لگا: تم نے ایک بار کہا تھا کہ انسان اللہ کی رضا ہی کو اپنا مقصد حیات بنائے، اسی کے حصول کے لئے جئے مرے، اسی کے لئے جدوجہد کرتا رہے۔ بس اللہ کی توفیق سے یہ بات میرے دل میں اتر گئی اور میں نے بفضل اللہ محض ارادہ کر لیا کہ میں اللہ ہی کی رضا کے حصول کے لئے جیوں گا مروں گا اور اسی کے لئے جدوجہد کروں گا۔ بس۔

مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ کی طرف رجوع ہونے والوں میں اتنی ساری مثبت تبدیلیاں کیسے آ جاتی ہیں۔ اللہ کی توفیق سے ایک سوچ بدلی، پوری شخصیت ہی بدل گئی، مجھے صحیح مسلم کی وہ حدیث قدسی یاد آتی ہے جس میں اللہ فرماتا ہے: تم ایک بالشت میرے قریب آؤ گے تو میں ایک ہاتھ تمہارے قریب آؤں گا۔ تم چل کر آؤ گے تو میں دوڑ کر آؤں گا۔

اللہ کا ڈر زندگی تباہ کرنے والی غلطیوں سے بچاتا ہے

(1) عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ: قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ. وَأَتَّبِعِ السَّبِيلَةَ الْحَسَنَةَ تَمْنَحُهَا، وَخَالَفِ النَّاسَ بِخُلُقٍ حَسَنٍ

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ سے ڈرو جہاں کہیں تم رہو اور برائی

سرزد ہو جائے تو نیکی کر لو جو اس کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مَا جَاءَ فِي مُعَاشَرَةِ النَّاسِ، حدیث نمبر: 1987۔ هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

ہمیں اللہ ہر جگہ ہر حالت میں دیکھ رہا ہے۔ ہمارے سارے کام اللہ دیکھ رہا ہے، بلکہ ہمارے دل میں اٹھنے والے وسوسوں تک سے وہ واقف ہے۔ اور اللہ ہی کے ہاتھ میں ہماری موت و حیات، صحت اور بیماری، خوشی اور غم، مالداری اور غربت، بلکہ ہماری دنیا اور آخرت کے تمام فیصلے ہیں۔ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک پل میں آباد کر دے اور اس پر بھی کہ ایک پل میں برباد کر دے۔ اس لئے ہمیں اللہ سے ڈرتے ہوئے اللہ کی رضا کے موافق زندگی گزارنا چاہئے۔ غرض یہ کہ اللہ کے ایک ایک حکم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت اپنانے کے لئے اپنے آپ کو سمجھاتے رہیں، لیکن ہاں سختی اختیار نہ کریں۔

جب بھی کبیرہ گناہ (جرم) کا ارادہ بنے جیسے شرک، سود، زنا، شراب خوری، چوری، حق تلفی، دھوکہ، ظلم وغیرہ جرائم میں ملوس ہونے کا ارادہ بنے تو یہ یاد کر لیں: ”اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اور اللہ دنیا ہی میں ہمیں پکڑنے پر قادر ہے۔“ جیسے ہی یہ خیال ایک مسلم کے دل میں آتا ہے تو وہ جرم سے رک جاتا ہے۔ اور جو نہ رکے وہ بہت بڑی پکڑ میں آسکتا ہے، معاذ اللہ۔

صرف گناہ سے بچنا تقویٰ نہیں، مثلاً ایک شخص صرف اس ڈر سے شراب خوری سے بچتا ہے کہ سماج میں اس کی بہت عزت ہے اور وہ شراب خوری کرنے سے بے عزت ہو جائے گا، تو اس کو شریف تو کہیں گے، لیکن وہ متقی نہیں ہوگا۔ کفار میں بھی کئی لوگ شریف ہوتے ہیں وہ اپنی وقار اور عزت بچانے کے لئے ایسے گناہ سے دور رہتے ہیں جن سے ان کی عزت و وقار جاتی ہے، لیکن وہی شریف انسان ایسے گناہ سے نہیں بچتا جو اس کے معاشرہ میں رائج ہیں، مثلاً سود خوری، گھر میں ٹی وی رکھنا۔ اسی طرح یورپ اور امریکہ میں شراب چائے کی طرح پی جاتی ہے اور پکوانوں میں اس کو اسپینس کی طرح استعمال کیا جاتا ہے۔ وہاں اگر کوئی اتنی شراب پیئے کہ اس کو نشہ نہ چڑھے تو وہ شریف ہی سمجھا جاتا ہے اور اگر کوئی شراب سے بچے تو اسے پچھڑی سوچ کا آدمی سمجھا جاتا ہے۔ وہاں عورت کا آدھا برہنہ گھومنا شرافت ہے، حجاب پہننا حماقت۔ وہاں سرے عام غیر محرم عورت کو چومنا، گلے لگنا شرافت کے خلاف نہیں۔ جب برائیوں کو شرافت کی علامات سمجھ لیا جاتا ہے تو تباہی یقینی ہے۔

اس لئے ہم دیکھتے ہیں ان کے اکثر گھر طلاق کے ذریعہ ٹوٹ کر بکھر جاتے ہیں، وہاں کے زیادہ تر بچے والدین کے ہوتے ہوئے بھی یتیمی کی زندگی جیتے ہیں اور رہنمائی نہ ہونے کی وجہ سے بے راہ روی کی زندگی جیتے چلے جاتے ہیں۔ زنا، شراب خوری، عصمت ریزی، سود خوری، وغیرہ جرائم اتنے عام ہیں کہ شاید ہی آپ کو کوئی ملے جو ان سے بچا ہو۔ ان کی زندگیاں علم، مال اور صحت ہونے کے باوجود، بے چینی اور بے سکونی کے عالم میں گذرتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے آپ کو خوش رہنے کے لئے کلبوں میں، پارٹیوں میں اور ڈیننگ پر جاتے ہیں، پھر لوٹتے ہیں تو وہی بے چینی کی زندگی۔ یہ لوگ خوشی وہاں تلاش کرتے ہیں، جہاں عارضی ہوتی ہے، پھر وہ عارضی خوشی بھی کئی بار مزید پریشانیوں کا باعث بن جاتی ہے۔ یہی حال ان کا بھی ہے جو ہماری قوم میں ان کی روش اختیار کئے ہوئے ہیں۔

اس کے برعکس، ایک متقی شخص ہر کبیرہ گناہ سے اس لئے بچتا ہے کہ وہ اللہ سے ڈرتا ہے کہ کہیں اللہ اس سے ناراض نہ ہو جائے۔ یہی سوچ ہر مسلم کی ہونی چاہئے۔ اسی لئے ایک مسلم کسی بھی معاشرے میں ہو، کوئی اسے شریف سمجھے یا احمق وہ کبیرہ گناہ سے بچتا ہے، باذن اللہ۔ اس طرح وہ ان سارے مصائب و پریشانیوں سے بھی باذن اللہ بچتا ہے جو ان جرائم کے ارتکاب کے نتیجہ میں آنے والے ہوتے ہیں۔ جب کبھی غلطی سے صغیرہ گناہ ہو جائے تو نیکی کر لیتا ہے کہ نیکی گناہ کو مٹاتی ہے۔ یہی ایک مسلم کی جینے کی ادا ہوتی ہے۔

خیر خواہی کبھی نہ کبھی خیر لے آتی ہے

(2) عَنْ تَمِيمِ الدَّارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الدِّينُ النَّصِيحَةُ قُلْنَا: لِمَنْ؟ قَالَ: لِلَّهِ وَلِكِتَابِهِ وَلِرَسُولِهِ وَلِأَهْلِ الْإِسْلَامِ الْمُسْلِمِينَ وَعَامَّةِهِمْ

تمیم الداری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دین (سراپا) خیر خواہی ہے۔“ ہم نے کہا: ”کس کی؟“ فرمایا: ”اللہ کی اور اس کے کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمین کے امیروں کی اور عام مسلمین کی۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أنَّ الدِّینَ النَّصِيحَةُ، حدیث نمبر: 95)

یہ حدیث دین کی اصل ہے۔ جس شخص، گھریا معاشرہ میں خیر خواہی ہو، اس میں آپ خیر ہی خیر پائیں گے اور کوئی شر نہ پائیں گے، ان شاء اللہ۔ ایسے شخص، گھریا معاشرہ کا وجود سب کے لئے اللہ کی جانب سے ایک نعمت عظمیٰ ہوتی ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کی توفیق سے خود خیر خواہ ہیں اور جن کو اللہ کے فضل سے گھر اور معاشرہ بھی خیر خواہانہ ملا۔ خیر خواہی سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کے متعلق اچھا سوچیں، حسن ظن رکھیں، دوسروں کی بھلائی سوچیں، دوسروں کے حقوق جو ہم پر ہیں وہ باحسن و خوبی ادا کریں۔

اللہ کی خیر خواہی: یہ ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں، اس کی ذات، اس کے صفات، اور اس کے حقوق میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اللہ ہی پر توکل رکھیں، اللہ سے حسن ظن اور اچھی امید رکھیں۔ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت و اطاعت کریں۔ اللہ سے سب سے زیادہ محبت کریں۔ اللہ ہی سے ڈریں۔ اللہ ہی کی طرف لوگوں کو بلائیں۔ اللہ کے تعلق سے جو بھی غلط فہمی لوگوں میں ہے اس کو دور کریں۔ اللہ ہی کے لئے دوستی کریں اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کریں اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں۔

اللہ کی کتاب کے ساتھ خیر خواہی: یہ ہے کہ قرآن پر ایمان لائیں، اس کی تلاوت کریں، اس کی آیات میں غورو فکر کریں، ان کے معانی و مطالب کو قرآن سے، نبی (صحیح حدیث) سے جانیں اور سمجھیں۔ پھر جہاں تک ہو سکے ان پر عمل کریں۔ پھر لوگوں تک قرآن کو اور اس کے پیغام کو پہنچائیں۔ قرآن کے تعلق سے جو بھی غلط فہمی لوگوں میں ہے اس کو دور کریں۔

اللہ کے رسول کے ساتھ خیر خواہی: یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائیں، رسول اللہ ﷺ سے اللہ کے بعد سب سے زیادہ محبت کریں، رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، رسول اللہ ﷺ کو اپنے لئے نمونہ بنائیں، رسول اللہ ﷺ کی بات کے مقابلہ میں کسی شخص کی بھی بات نہ مانی جائے بھلے ہی وہ شخص کتنا ہی بڑا آدمی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے تعلق سے جو بھی غلط فہمی لوگوں میں ہے اس کو دور کریں۔

مسلمین کے امیر کی خیر خواہی: یہ ہے کہ اس کی امارت کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جائے۔ معروف میں اس کی اطاعت کی جائے۔ اس کے صغیرہ گناہوں کو نظر انداز کیا جائے۔ امیر سے مضبوط دلائل کی بنا پر مناسب انداز میں اختلاف جائز ہے، لیکن اس سے بدتمیزی اور علیحدگی حرام ہے۔

عام مسلمین کی خیر خواہی: یہ سوچیں کہ میں ہر مسلم کا بھلا چاہوں گا، کبھی کسی مسلم کا برانہ چاہوں گا، ان شاء اللہ، بھلے ہی وہ میرے ساتھ کیسا ہی برابر تاؤ کرے۔ میں ہر مسلم کے ساتھ حسن ظن رکھوں گا، اس کی مصیبت کے وقت جہاں تک ہو سکے اس کی مدد کروں گا، اس کے حقوق ادا کروں گا۔ جب ہم یہ کریں گے اور یہ سب ہم اللہ کی رضا کے لئے کریں گے تو ان شاء اللہ، ہم میں سے اکثر اخلاقی برائیاں دور ہو جائیں گی اور ہم میں اکثر اخلاقی خوبیاں آجائیں گی۔ وہ ایسے کہ جب ہم کسی کا بھلا چاہتے ہیں تو ہم اس کی غیبت اور چغلی نہیں کرتے، اس سے حسد نہیں رکھتے، اس کو دھوکا نہیں دیتے، اس کو گالی نہیں دیتے، اس کو نقصان نہیں پہنچاتے، اس پر غصہ نہیں کرتے، اس کی توہین نہیں کرتے، اس سے نہیں جھگڑتے، اس کی عزت و آبرو کے ساتھ نہیں کھیلتے، اس کے جذبات کے ساتھ نہیں کھیلتے، اس کی امانت میں خیانت نہیں کرتے، اس کا حق نہیں مارتے، اس پر الزام نہیں لگاتے، اس پر لعنت نہیں بھیجتے، اس پر جادو نہیں کرتے، اس پر ظلم نہیں کرتے۔

جب ہم ان ساری برائیوں سے بفضل اللہ بچتے ہیں تو ان برائیوں پر جو وعیدیں قرآن و حدیث میں آئی ہیں ان سے بفضل اللہ بچ جاتے ہیں اور ان برائیوں کے نتیجے میں جو دنیا میں ڈھیر ساری مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہیں ان سے بھی بفضل اللہ بچ جاتے ہیں اور ڈھیر سارے خیر حاصل ہو جاتے ہیں۔

(3) عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ
انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے کوئی مومن ہو نہیں سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔“ (متفق علیہ، کتاب الایمان۔ سنن ترمذی، أبواب صفة القيامة والرقائق والورع عن رسول الله ﷺ، حدیث نمبر: 2515، هذا حديث صحيح)
یہ حدیث خیر خواہی کے مفہوم کو صرف ایک ہی جملہ میں سمجھا دیتی ہے۔ جس طرح تم اپنے لئے عزت، مال، صحت، مقام و مرتبہ، بھلائی، وغیرہ نعمتیں چاہتے ہو اسی طرح سب مسلمین کے لئے چاہو۔ یہی خیر خواہی ہے۔ اور جب یہ خیر خواہی ایک انسان میں آتی ہے تو وہ ایسی ساری بری سوچوں سے دور رہتا ہے جو اس کے دماغ کو چین سے رہنے نہیں دیتیں اور جو اس کے لئے مصیبت و پریشانیوں کا سبب بن سکتی ہیں۔ اس طرح اس کو پرسکون زندگی نصیب ہوتی ہے۔

4) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَسِيرُ وَأَوَّلًا تُعْبِرُ وَأَنَسُ بْنُ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”آسانی فراہم کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔“ (صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث: 69)

ساس بہو پر، شوہر بیوی پر، بیوی شوہر پر، والدین بچوں پر، مالک نوکر پر اور انسان خود اور دوسروں پر آسانی کرے، تنگی نہ کرے۔ یہ غلط سوچ اپنے دماغ سے نکال دیں کہ آسانی دیں گے تو کابل ہو جائیں گے اور آسانی کا ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔

دوسروں کو تنگ کرنے والے کبھی سکون کی زندگی نہیں جیتے۔ ان کا دماغ ہمیشہ اسی کوشش میں رہتا ہے کہ فلاں فلاں کو کیسے تنگ کریں اور اس کوشش میں ذہن سکون سے نہیں رہتا۔ ہم کسی کابل کو تنگ کر کے کبھی محرک نہیں بنا سکتے۔

اپنے آپ پر اور دوسروں پر آسانی کر کے دیکھیں، زندگی کتنی آسان ہوتی ہے، بفضل اللہ۔ کئی لوگوں کی کمائی اچھی خاصی ہوتی ہے، بفضل اللہ۔ اس کمائی کے ذریعہ ایک آسان زندگی جینے کے بجائے بڑی بڑی خواہشوں کو پورا کرنے کے لئے قرضہ کر لیتے ہیں اور عمر کا بڑا حصہ اس قرضے کی ادائیگی میں تنگی اور پریشانی کی زندگی گزارتے ہیں۔

بدگمانی بے چینی کی جڑ ہے

5) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّا كُفْرُ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بدگمانی سے بچو، بلاشبہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہے۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مَا جَاءَ فِي ظَنِّ الشَّوْءِ، حدیث نمبر: 1988، حَسَنٌ صَحِيحٌ)

بدگمانی اپنے ساتھ کئی برائیاں لے آتی ہے۔ دل کا سکون اس سے چلا جاتا ہے، زندگی بے قراری و بے اطمینانی میں گذرتی ہے۔ بدگمانی سے رشتے خراب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ اللہ کے ساتھ بدگمانی کرتے ہیں ان کا اللہ کے ساتھ تعلق خراب ہو جاتا ہے۔ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھیں بھلے ہی حالات خراب ہوں۔

مالک اور نوکر میں اور میاں اور بیوی میں اور پڑوسی آپس میں، ساس بہو میں بہت بدگمانی رہتی ہے۔ گھر میں کچھ غائب ہو گیا نوکر یا نوکرانی پر بدگمانی کرتے ہیں اور اس پر چوری کا الزام لگایا جاتا ہے جبکہ اسے چوری کرتے ہوئے گھر کا کوئی فرد بھی نہیں دیکھا ہوتا ہے۔ عورت گھر سے باہر جانے لگے تو اس پر شک کیا جاتا ہے، جبکہ اسے بے حیائی کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا ہوتا ہے۔ یہ بہتان تراشی کبیرہ گناہ ہے۔ مؤمن کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ جب شیطان دل میں بدگمانی ڈالتا ہے تو اللہ کی پناہ پکڑتا ہے۔ پھر وہ مثبت سوچ کے ذریعہ اس کا دفاع کرتا ہے۔ کئی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ سامنے والے کی بات کا اعتبار نہیں کرتے، بلکہ ہر مسئلہ کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جو صرف حسرت و ندامت ہی کی وجہ بنتی ہے۔ ہمیں اپنوں کی باتوں پر اعتبار کر لینا چاہئے اگرچہ کہ ہمیں شک ہو کہ وہ ہمیں دھوکا دے رہے ہیں۔ ہمیں باطنی حقیقت کو جاننے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ اللہ کو منظور ہو تو وہ حقیقت کو سامنے لا کر ہی رہتا ہے۔ یہی ہمیں ہمارے پیارے نبی ﷺ کا اسوہ سکھاتا ہے۔ نبی ﷺ کو کئی لوگوں کے متعلق معلوم رہتا تھا کہ وہ منافقین ہیں، پھر بھی ان سے درگزر کرتے۔ جب منافقین آ کر نبی ﷺ سے جھوٹ بولتے، تو نبی ﷺ، بفضل اللہ، پہچان لینے کے باوجود ان سے درگزر کرتے۔ لوگوں کو ان کے باطن کا پتہ لگانے کے لئے پیچھے نہیں چھوڑتے۔

یاد رکھیں، بدگمانی سے بچے بغیر ذہنی سکون حاصل نہیں ہوتا۔ کئی بار ہمیں چشم پوشی سے کام لینا پڑتا ہے۔ معلوم ہونے کے باوجود نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔

بدگمانی سے بچنے کا طریقہ:

(1) سب سے پہلے اللہ سے دعاء کریں کہ اللہ آپ کو بدگمانی سے بچائے، کیوں کہ ہم سب کے دل و دماغ اللہ کے قبضہ و قدرت میں ہیں۔

(2) جس کے متعلق بدگمانی آئے اس کے تعلق سے خیر خواہانہ خیالات اپنے دل و دماغ میں لائیں باذن اللہ۔ اس کی خطاؤں سے درگزر کریں اس امید سے کہ اللہ ہماری خطاؤں سے درگزر کرے گا۔ پھر سوچیں: ٹھیک ہے اگر وہ میرے پیچھے کوئی برائی کر رہا ہے یا کیا ہے تو کرے میں تو اس کی بھلائی ہی چاہوں گا اس امید سے کہ

اللہ مجھے اس کے شر سے محفوظ رکھ کر میرا بھلا ہی کریگا، ان شاء اللہ۔

(3) اپنے آپ کو سمجھالیں کہ جب تک کوئی حقیقت میرے سامنے نہ آئے گی تب تک میں اس معاملہ میں کچھ نہیں سوچوں گا، ان شاء اللہ۔

بری سوچ اور برے خیالات زہر کی طرح ہوتے ہیں۔ یہ نہ صرف دماغ میں زہر گھولتے ہیں، بلکہ جو ان کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دیتے ہیں اور اپنے زندگی میں پناہ دیتے ہیں وہ ان کے زندگیوں میں بھی زہر گھول دیتے ہیں اور ایسا شخص کیسے چین و سکون سے زندگی گزار سکتا ہے۔ کتنی بڑی قیمت چکانی پڑتی ہے بری سوچ اور برے خیالات کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دینے کی۔

جو خیر آپ کر سکتے ہیں ضرور کریں۔

(6) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ نَفَسَ عَنْ مُسْلِمٍ كُزْبَةً مِنْ كُزْبِ الدُّنْيَا نَفَسَ اللَّهُ عَنْهُ كُزْبَةً مِنْ كُزْبِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ يَسَّرَ عَلَى مُعْبِدٍ فِي الدُّنْيَا يَسَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَمَنْ سَتَرَ عَلَى مُسْلِمٍ فِي الدُّنْيَا سَتَرَ اللَّهُ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ، وَاللَّهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ أَخِيهِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی مسلم سے دنیا کے مصائب میں سے ایک مصیبت دور کرے گا تو اللہ اس سے قیامت کے دن کی مصیبتوں میں سے ایک مصیبت کو دور کریگا۔ اور جو کسی تنگدست پر دنیا میں آسانی کریگا تو اللہ اس پر دنیا اور آخرت میں آسانی کریگا۔ اور جو دنیا میں کسی مسلم کی پردہ پوشی کریگا (عیب چھپائے گا) تو اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کریگا۔ اللہ بندہ کی مدد میں اس وقت تک لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے (کسی مسلم) بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مَا جَاءَ فِي السُّتْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ، حدیث نمبر: 1930)

اللہ کو صرف بڑی بڑی نیکیاں ہی پسند نہیں آتی، بلکہ اللہ چھوٹی چھوٹی بھلائیوں سے بھی خوب محبت کرتا ہے۔ کئی بار تو چھوٹی چھوٹی بھلائیاں بڑی بڑی نیکیوں پر سبقت لے جاتی ہیں اور اللہ اس کے بدلے میں

کبیرہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اس پر کئی احادیث موجود ہیں مثلاً بخاری کی وہ حدیثیں جس میں ہے کہ پیاسے کتے کو پانی پلا دینے سے اللہ نے ایک شخص کو معاف کر دیا، نیز قرصدا روں کو مہلت دینے پر ایک شخص سے اللہ نے درگزر کیا وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ اللہ کی توفیق سے ہم جو بھلائی بھی کر سکتے ہیں ضرور کریں، کسی نیکی کو حقیر نہ جانیں۔ ہماری یہ سوچ ہو کہ ہم جو بھلائی بھی باذن اللہ کر سکتے ہیں ضرور کریں۔ دوسروں پر حسد ہمیں بھلائی کرنے سے نہ روکے۔ کیا یہ اچھی بات نہیں کہ ہم سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ایک انسان کی اس سے بڑی خوش نصیبی کیا ہوگی کہ اس سے لوگوں کو صرف خیر ہی خیر پہنچ رہا ہے اور کوئی نقصان نہیں پہنچ رہا ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ اللہ ہماری دنیا و آخرت میں مدد کرتا رہے تو ہم مسلمین کی مدد کریں: کسی مسلم کی مصیبت میں کام آنا، کسی تنگ دست پر آسانی کر دینا، کسی مسلم کا عیب چھپانا یہ سب ایسی نیکیاں ہیں جن سے دل و دماغ کو ایسا سکون نصیب ہوتا ہے جو بہت دولت لٹا کرنے کے بعد بھی نصیب نہیں ہوتا۔ یہ دنیا میں اللہ کا انعام ہوتا ہے اور آخر کا انعام تو اور بھی بڑا ہے۔ یاد رکھئے ہمارے سارے معاملات اللہ کے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور اللہ ہمارے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتا ہے جیسا ہم اس کے بندوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ کے بندوں ساتھ بھلائی کرنے کے لئے اپنے آپ کو مائل کرتے رہیں اور اُکساتے رہیں۔

فن جذبات

1۔ صبر اور شکر

(7) عَنْ صُهَيْبٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ، إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ، وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ، إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَاءٌ شَكَرَ، فَكَانَ خَيْرًا لَهُ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَاءٌ، صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَهُ (صحیح مسلم، كِتَابُ الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 64)

صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ بے شک اس کا ہر معاملہ خیر ہی خیر ہوتا ہے۔ اور ایسا مومن کے سوا کسی اور کے لئے نہیں ہے۔ (یہ اس طرح کہ) اگر

اسے آسانی پہنچتی ہے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے خیر ہے۔ اور اگر اسے نقصان (تکلیف، دکھ، درد، صدمہ وغیرہ) پہنچتا ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بھلائی ہے۔“

جس انسان میں صبر و شکر دو صفات آجائیں وہ ڈھیر سارے خیر حاصل کر لیتا ہے اور ڈھیر سارے مصائب سے بچ جاتا ہے، بفضل اللہ۔ وہ انسان زندگی کی ہر حالت سے نمٹنے کے قابل ہوتا ہے، باذن اللہ۔ انسان کی زندگی میں کئی بار معاذ اللہ ایسے حالات آجاتے ہیں جب صبر ہی واحد حل ہوتا ہے۔ بے صبری دکھائیں گے تو معاملات اور بگڑ سکتے ہیں۔ کسی خواہش کا ٹوٹ جانا، محبوب شخص کی موت یا ایسی بیماری یا حالت میں آجانا جس کا کوئی علاج یا حل نہیں، بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، لیکن صبر کے سوا کچھ بھی کیا سکتے ہیں۔ کچھ غم وقتیہ ہوتے ہیں اور کچھ دیرینہ ان سب حالات میں صبر ہی میں بھلائی ہے۔ یہ حالات تقدیر کو کوسنے سے یا کسی کو برا بھلا کہنے سے یا ڈپریشن میں چلے جانے سے حل نہیں ہوتے۔ ایسا کرنے سے اللہ کی ناراضگی حاصل ہوگی، بلکہ ان حالات میں دعا اور صبر سے کام لینا چاہئے: اللہ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٧﴾

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، صبر اور نماز سے مدد لو۔ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“ (البقرہ: 153)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ﴿١٥٤﴾

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ﴿١٥٥﴾ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْهَادُونَ ﴿١٥٦﴾

”اور ہم ضرور تمہیں خوف و خطر، فاقہ کشی، جان و مال کے نقصانات اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔ انہیں خوشخبری دے دو جو ان حالات میں صبر کرتے ہیں، (155) اور ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے، تو کہتے ہیں: ’ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے۔‘ (156) ان پر ان کے رب کی طرف سے بڑی عنایات ہوں گی، اُس کی رحمت اُن پر سایہ کرے گی اور ایسے ہی لوگ ہدایت پر ہیں۔“ (157) (البقرہ: 155 تا 157)

یاد رہے مصیبت آپڑھنے پر انسان کو صبر سے کام لیتے ہوئے اس کے صحیح حل کے لئے کوشش کرنی

چاہئے اور کثرت سے استغفار کرنا چاہئے اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ پڑھتے رہنا چاہئے۔ مصائب کے حل کے لئے چند عملی کوشش آپ یوں کر سکتے ہیں:

مشکل حالات سے نمٹنے کا فن

انسان زندگی میں کبھی نہ کبھی مشکل حالات سے دوچار ہو جاتا ہے۔ کسی کو معاش کی فکر، کسی کو قرضہ چکانے کی فکر، کسی کو اپنی لڑکی کے نکاح کی فکر، کسی کو اپنوں کی بدسلوکی کی فکر اور کسی کو صحت کی فکر ستاتی ہے۔

مشکل حالات میں فکر کرتے بیٹھ جانا کسی مسئلہ کا حل نہیں۔ میرے ساتھ کیسا ہو گیا؟ میرے ہی ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کی فکر نہ کریں، بلکہ جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب یہ سوچیں کہ اس سے کیسے باہر نکلیں۔ اور اکیلے نہ سوچیں، کیوں کہ بہت سے مسائل کا حل آپ کے اختیار میں نہیں دیا گیا، بلکہ اللہ سے بات کریں اور اللہ ہی کوئی راہ بھادے گا، ان شاء اللہ۔ صبر سے کام لیں۔ مشکل حالات دیکھ کر بھڑک نہ جائیں، کیوں کہ بھڑکنے سے حالات اور بگڑ جاتے ہیں۔ اللہ کے سپرد اپنے مسائل پیش کرنے کے بعد اللہ سے حسن ظن رکھیں۔ اللہ ہمارے انداز سے نہیں، اپنے انداز سے مسائل کا حل کرتا ہے۔ اس لئے صبر کریں۔ اگر اللہ سے مدد چاہنے کے بعد بھی آپ کا مسئلہ حل نہ ہو تو یہ خیال کریں کہ اللہ نے آپ کے لئے کچھ سوچ رکھا ہے۔ دیکھا گیا ہے کئی بار مشکل حالات کے بعد ایسی بھلائی مل جاتی ہے جو ان مشکل حالات کی ساری پریشانیوں کو بھلا دیتی ہیں۔ اگر ایسی کوئی بھلائی دنیا میں نہ بھی ملے تو آخرت میں اس کی امید اللہ سے کریں۔ کئی بار آزمائش کا دور بڑا لمبا ہوتا ہے، کوئی حل نظر نہیں آتا ایسے وقت بھی صبر سے اللہ سے حل طلب کرتے ہوئے رہنمائی کا سوال کرتے ہوئے اپنی جد و جہد جاری رکھیں۔ یاد رکھیں مشکل حالات میں صبر اور دعا کے ذریعہ ہی ہم باذن اللہ، صحیح نہج پر گامزن رہ سکتے ہیں۔ کئی بار شیطان ہمارے دل میں مسئلہ کے ناجائز حل پیش کرتا ہے جن کو اپنا کر اور پریشانیوں کو مول لیا جاتا ہے۔ اس لئے جب کوئی حل دماغ میں آئے اس کی شرعی حیثیت ضرور معلوم کر لیں۔ اور حرام حل سے بچیں اسی میں بھلائی ہے۔

صبر پیدا کرنے کا طریقہ:

صبر کہتے ہیں ناسازگار حالات کو خاموشی سے برداشت کرنے کو۔ اگر کبھی نہ سازگار حالات پیش آئیں، معاذ اللہ، تو سب سے پہلے نرمی اختیار کریں، زبان سے کچھ نہ نکالیں سوائے اللہ سے دعاء کرنے کہ وہ آپ کو صبر و تحمل عطا فرمائے اور اس ناسازگار حالات سے باہر نکالے۔ اپنے دل میں ناشکری اور منفی جذبات کو جگہ نہ دیں، بلکہ مثبت جذبات و خیالات کے ذریعہ ہی اپنے دل کو سمجھاتے رہیں۔ اس حالت میں یہ ضرور یاد رکھیں کہ کسی کو گالی دینے، کوسنے، غصہ کرنے اور ناشکری کرنے سے اس مسئلہ کا حل ہونے والا نہیں، بلکہ ایسا کرنے سے اللہ کی ناراضگی ہاتھ لگے گی اور اللہ کا ساتھ چھوٹ جائے گا، حالانکہ مشکل حالات میں اللہ کے ساتھ کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔ کئی مصائب کا تو کوئی حل نہیں ہوتا۔ ایسے حالات میں ہمارے پاس صبر کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہوتا۔

جذبہء شکر

مومن جہاں مصائب میں صبر سے کام لیکر اللہ کو راضی کرتا ہے وہیں حالتِ خیر میں اللہ کا شکر گزار بندہ بنکر زندگی گزارتا ہے۔ تھوڑی سی بھی خیر ملے تو الحمد للہ کہتا ہے۔ اگرچہ کہ ہم اللہ کی نعمتوں کا شمار تک نہیں کر سکتے، ان کے لئے اللہ کا شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہے، لیکن جب کبھی اللہ کی جو بھی نعمت ہمیں یاد آ جائے یعنی جسم کا کوئی عضو، صحت، اچھے دوست یا رشتہ دار، مال، اچھی حالت، الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اللہ کا شکر ادا کرنا توحید کے شرائط میں سے ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا مِنْ كَاذِبِينَ مَا رَزَقْنَكُمْ وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُمْ لَعِائِلًا تَعْبُدُونَ ۝

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں، انہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو۔“ (البقرہ: 172)

اللہ کا شکر کرنے سے دنیا میں بھی ڈھیر سارے فوائد حاصل ہوتے ہیں، بفضل اللہ۔ اللہ کا شکر کرنے سے قناعت، غنی، نرمی کی صفیتیں پیدا ہوتی ہیں، باذن اللہ۔ یہ صفات دنیا و آخرت میں کئی طرح کے خیر کا ذریعہ

بنتی ہیں اور ہم حرص، قرض، بیقراری، حرام کی کمائی اور کئی حرام کاموں سے بچ جاتے ہیں، پھر ان سے ہونے والی پریشانیوں سے بھی بچ جاتے ہیں، ان شاء اللہ۔

شکر گزاری اپنانے کا نبوی طریقہ:

(8) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزِدُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو تم سے نیچے ہے اس کی طرف دیکھو اور جو تم سے اوپر ہے اس کی طرف نہ دیکھو۔ ایسا کرو گے تو تم اللہ کی نعمتوں کو (جو تم پر ہیں) حقیر نہ سمجھو گے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 7430)

صحت و مال داری، مرتبہ و عزت کے لحاظ سے اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو مثبت نظریہ سے بار بار دیکھتے رہنے سے شکر گزاری و قناعت جیسے اچھے جذبات جنم لیتے ہیں، باذن اللہ۔ اپنے سے اوپر والوں کو دیکھنے سے حسد، احساس کمتری، ناشکری، سوچ میں بگاڑ پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ جب کبھی اپنے سے اوپر والوں سے آمنا سامنا ہو بھی جائے، خیر خواہنا نظریہ سے ملیں۔ ما شاء اللہ، بَارَكَ اللَّهُ فِيكُمْ، جیسے دعائیں دیں۔ اس سے آپ کا دل پاک و صاف رہے گا، ان شاء اللہ۔

(9) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَشْكُرُ النَّاسَ لَا يَشْكُرُ اللَّهَ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتا۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مَا جَاءَ فِي الشُّكْرِ لِمَنْ أَحْسَنَ إِلَيْكَ، حدیث نمبر: 1954، هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ)

کئی لوگ بہت سی خیر سے صرف اس لئے محروم رہ جاتے ہیں کہ وہ کسی کا احسان لینا نہیں چاہتے، حالانکہ ایک انسان دوسروں کے احسان لیے بغیر زندگی گزار ہی نہیں سکتا۔ کسان بھیتی کرنا چھوڑ دیں، صنعت کار اشیاء دریافت کرنا اور تیار کرنا چھوڑ دیں، دکاندار اشیاء فروخت کرنا چھوڑ دیں تو انسان اپنا مال لیکر کیا کریگا؟ انسان کی زندگی بچپن سے موت تک دوسروں کے احسانات کے تلے ہی گذرتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم

اس بات کو تسلیم نہیں کرتے۔ ایک شخص اپنے والدین، شریک حیات، بھائیوں، بچوں کے احسانات کو یہ کہہ کر ممنون ہونے سے انکار کر دیتا ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا وہ تو ان کا فرض تھا۔ کونسا پہاڑ سر پر ٹوٹ پڑیگا یا کیا چلا جائے گا اگر ہم دوسروں کے احسانات کو تسلیم کریں اور دو بیٹھے بول بول کر ان کا شکر ادا کریں۔ کسی کے احسان کو قبول کرنے میں کوئی برائی نہیں، کیوں کہ اللہ نے انسان کی زندگی کو ایک دوسرے کے احسانات پر کھڑا کیا ہے۔ احمق تو وہ شخص ہے جو یہ کہتا ہے کہ میں دوسروں کے احسانات کو نہیں لیتا اور قابلِ مزمت وہ شخص ہے جو دوسروں کے احسانات تو خوب لے، لیکن ان کا شکر ادا نہ کرے، بلکہ ان کے ساتھ بدسلوکی کرے۔ ایسے لوگ اپنے آپ کو بہت چالاک سمجھتے ہیں، لیکن اللہ انہیں کتنی ہی خیر سے محروم کر دیتا ہے انہیں اس کا شعور بھی نہیں رہتا، کیوں کہ سارے معاملات اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتے ہیں اور اسی کے ہاتھ میں سب کے معاملات ہوتے ہیں۔

2۔ نرمی خیر ہے، جتنی چاہے لو

(10) عَنْ جَرِيرٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ يُحْزِمِ الرَّفِيقَ، يُحْزِمِ الْخَيْرَ
 جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ بھلائی سے محروم کیا گیا۔“ (صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب فَضْلِ الرَّفِيقِ، حدیث نمبر: 74)
 عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَنْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الرَّفِيقِ فَقَدْ أُعْطِيَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ. وَمَنْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الرَّفِيقِ فَقَدْ حُرِمَ حَظَّهُ مِنَ الْخَيْرِ
 ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس کو نرمی میں سے کچھ حصہ دیا گیا اس کو خیر میں سے ایک حصہ دیا گیا اور جس کو نرمی میں سے ایک حصہ سے محروم کر دیا گیا اس کو خیر میں سے ایک حصہ سے محروم کر دیا گیا۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، باب مَا جَاءَ فِي الرَّفِيقِ، حدیث نمبر: 2013)

(11) عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَا عَائِشَةُ، إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرَّفِيقَ، وَيُعْطِي عَلَى الرَّفِيقِ مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعَنْفِ، وَمَا لَا يُعْطَى عَلَى مَا سِوَاهُ
 نبی ﷺ کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اے عائشہ! بے شک اللہ

نرم ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرمی کرنے پر وہ عطا کرتا ہے جو سختی کرنے پر عطا نہیں کرتا اور نہ ہی کسی اور چیز پر عطا کرتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب البیہ والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق، حدیث نمبر: 77)

12) عَنْ عَائِشَةَ، زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ الرَّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ، وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”بے شک کسی چیز میں نرمی ہوتی ہے تو وہ اس کو سنوار دیتی ہے۔ اور کسی چیز سے نرمی نکال لی جاتی ہے تو وہ اس کو عیب دار بنا دیتی ہے۔“

(صحیح مسلم، کتاب البیہ والصلۃ والآداب، باب فضل الرفق، حدیث نمبر: 78)

مندرجہ بالا حدیث میں کہا گیا کہ جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ بھلائی سے محروم کیا گیا، اس سے زیادہ فضیلت کسی صفت کی کیا ہو سکتی ہے۔ اگر آپ سخت مزاج ہیں اور آپ میں نرمی نہیں ہے تو یقین رکھئے آپ میں ایک عیب جس کی وجہ سے آپ بہت سی خیر سے محروم ہیں۔ نرمی کو کمزور لوگوں کا ہتھیار کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ فتنوں سے بچتے ہیں، باذن اللہ۔ نرمی کو جو کوئی اپنائے خواہ وہ کمزور ہو یا قوت والا اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کو بالعموم کمزور لوگ ہی اپناتے ہیں۔ قوت والے اپنی قوت کے نشہ میں اس کو نہیں اپناتے اور کئی مصائب اپنے اور اپنوں کے لئے مول لیتے ہیں۔ نرم مزاج انسان کے آگے تو اچھے اچھے سخت مزاج لوگ بھی نرم پڑ جاتے ہیں۔ آپ کے گھر میں یادوستوں میں کوئی سخت مزاج انسان ہے تو آپ اس سے ہمیشہ نرمی سے پیش آئیں پھر دیکھیں چند ہی دنوں میں وہ آپ کے ساتھ نرمی سے پیش آنے لگے گا، ان شاء اللہ۔ غرض یہ کہ آپ دوسروں کے ساتھ جیسا سلوک کریں گے وہ آپ کے ساتھ ٹھیک ویسا ہی سلوک کریں گے، ان شاء اللہ۔

نرمی انسان کو سنوار دیتی ہے اور اس کو دلکش بنا دیتی ہے۔ ظاہری خوبصورتی سے تو لوگ آپ کے قریب آتے ہیں، لیکن اگر آپ میں نرمی نہ ہو، سختی ہو تو بہت جلد لوگ آپ سے دور ہو جاتے ہیں، بھلے ہی آپ کتنی بڑی شخصیت ہی کیوں نہ ہو۔ یہی بات اللہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں فرماتا ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَكَوُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا نَقُصُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۚ

(اے پیغمبر ﷺ) یہ اللہ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے نرم مزاج واقع ہوئے ہو۔ ورنہ اگر کہیں تم تند خواہر سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے۔ (ال عمران: 159)

نرمی اپنانے کا نفسیاتی طریقہ: اپنے میں نرمی لانی ہے تو اللہ سے دعا کریں کیوں کہ یہ اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر یہ پختہ ارادہ کریں کہ آج سے میں ان شاء اللہ ہر ایک کے ساتھ نرمی سے پیش آؤں گا، کسی کے ساتھ سختی سے پیش نہیں آؤں گا۔ اس بات کی تلقین اپنے آپ کو بار بار وقتاً فوقتاً کرتے رہیں یہاں تک کہ آپ میں، بفضل اللہ، نرم مزاجی آجائے۔ بالخصوص والدین کے ساتھ، بیوی بچوں کے ساتھ، بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ اور دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ ضرور نرمی سے پیش آئیں۔

تواضع میں بلندی ہے جتنی چاہے اختیار کرو

(13) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قَالَ: وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلَّا رَفَعَهُ اللَّهُ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کوئی، اللہ کے لئے تواضع (عاجزی) اختیار کرتا ہے تو اللہ اس کو بلند کر دیتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب البرِّ وَالصَّلَاةِ وَالْأَدَابِ، بَابُ اسْتِجَابَةِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُّعِ، حدیث نمبر: 6592)

بہت سے لوگ معاشرہ میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں رکھتے، پھر بھی بیکار کی بڑائی کرتے پھرتے ہیں۔ ان لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ ان کے بڑائی کر لینے سے لوگ ان کو بڑا سمجھنے والے نہیں، بلکہ پیچھے لوگ مزاق اڑاتے ہیں۔ اپنا مزاق بنانے سے بہتر ہے تواضع اختیار کریں۔

اور کچھ لوگوں کو اللہ مال و مرتبہ عطا کرتا ہے تو وہ اللہ کے لئے تواضع اختیار کرنے کے بجائے تکبر کرتے پھرتے ہیں۔ لوگ ایسے بڑائی کرنے والوں کو بھی پیچھے گا لیاں دیتے ہیں۔ عزت اس میں ہے کہ اللہ جتنا مال و مرتبہ عطا کرے انسان میں اتنی نرمی و تواضع آئے۔ اللہ مال و مرتبہ اس لئے عطا نہیں کرتا کہ لوگ تکبر کرتے پھریں، بلکہ اس لئے عطا کرتا ہے کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اللہ کو راضی کرنے کی زیادہ سے زیادہ کوشش کریں۔

بہت سے لوگوں کو شہرت اور عہدہ حاصل کرنے کی ایسی دیوانگی ہوتی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، یہاں تک کہ شرک کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ شہرت اور عہدہ تو انہی لوگوں کو ملتے ہیں جنہیں اللہ دینا چاہتا ہے، ورنہ اکثر لوگوں کو لاکھ کوششوں کے باوجود کوئی شہرت و عہدہ نہیں ملتا۔ اس کے برعکس رسوائی ہی ہاتھ لگتی ہے۔ اس لئے شہرت اور عہدہ کے پیچھے بھاگنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾

وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لیے بنائیں گے جو زمین میں اپنی بڑائی نہیں چاہتے۔ اور نہ فساد کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متقین ہی کے لیے ہے۔ (القصص: 83)

نیز تواضع اختیار کرنے سے لوگوں کے دل میں اس کے لئے محبت بڑھتی ہے اور مقام و مرتبہ بلند ہوتا ہے، باذن اللہ۔

میرے ایک قریبی دوست تھے جو اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کی مغفرت فرمائے۔ غریب تھے، خوبصورت بھی نہیں تھے، زیادہ پڑھے لکھے بھی نہیں تھے، لیکن لوگ ان کی بہت عزت کرتے اور آج بھی جب کبھی ان کو یاد کیا جاتا ہے تو بہت اچھے شخص کے طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ میں نے ان کے انتقال کے بعد دیکھا کہ کوئی شخص بھی ان کی برائی نہیں کر رہا ہے، سب ان کی تعریف ہی کر رہے ہیں، حالانکہ انہوں نے کسی پر نہ کوئی قابل ذکر احسان کیا تھا، نہ زندگی میں کوئی قابل ذکر کارنامہ انجام دیا تھا۔ اور نہ ان میں وہ ٹالینٹ تھا جو آج دنیا میں کامیاب ہونے کے لئے ضروری مانا جاتا ہے۔ پھر ایسا ان میں کیا تھا کہ سب لوگ ان کی تعریف ہی کر رہے ہیں اور کوئی ان کی برائی نہیں کر رہا ہے۔ یہی نرم مزاجی، تواضع، دوسروں کو معاف کر دینا اور دوسروں سے معافی چاہنا، معاملات میں پاکیزگی، بلا ضرورت بات نہیں کرتے، حق بات بھی کرتے تو نرمی سے، کسی کی برائی نہیں، کسی پر حسد نہیں۔ اسی طرح بہت سی اخلاقی خوبیاں ان میں بفضل اللہ تھیں۔ نرمی اتنی وہ مجھ سے بیس سال بڑے تھے، لیکن علم و تربیت پانے کے لئے مجھ سے چمٹے رہتے اور میرے ساتھ اس طرح نرمی، تواضع اور خوش مزاجی سے پیش آتے تھے جیسے کہ وہ مجھ سے بیس سال کے چھوٹے

ہوں۔ لوگ دوسروں کی تعریف پانے کے لئے چہرے اور جسمانی خوبصورتی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں، جبکہ اصل خوبصورتی تو نرمی ہے۔

تواضع کے برخلاف کوئی تکبر (بڑائی کرنا) اختیار کرتا ہے تو ذلیل ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور دنیاں ہی میں کئی طرح کے عذاب سے دوچار ہوتا ہے۔

3۔ غصہ پر قابو کیسے پائیں؟

(14) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَغْضَبْ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے فرمایا: ”مجھے نصیحت کیجئے۔“ نبی ﷺ نے فرمایا: ”غصہ مت کرو۔“ (صحیح بخاری، کتاب الأَدَب، بَابُ الْحَذَرِ مِنَ الْغَضَبِ، حدیث نمبر: 6116)

غصہ اپنے ساتھ کئی برائیاں لیکر آتا ہے، مثلاً غصہ میں آدمی گالیاں بکتا ہے، لڑائی جھگڑا کرتا ہے، قطع تعلق کرتا ہے اور ایسی ایسی باتیں بکتا ہے جو بعد میں اس کے لئے کئی مصائب و پریشانیوں کا اور خیر سے محرومی کا سبب بن جاتی ہیں۔ غصہ میں انسان تکبر کرنے لگتا ہے، ناشکری کرنے لگتا ہے جو کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ نیز غصہ میں انسان بدلہ لینے کے جذبے کو استوار کرتا ہے، پھر بدلہ لینے کے لئے کئی غلط کام کر جاتا ہے۔ جو بعد میں اس کے لئے کئی مصائب و پریشانیوں کا اور خیر سے محرومی کا سبب بن جاتی ہیں۔ غرض یہ کہ غصہ میں انسان غلط کام ہی کرتا ہے جس کے لئے اس کو بعد میں پچھتانا پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت زیادہ غصہ کرنے سے انسان کئی ناقابل علاج نفسیاتی بیماریوں کا بھی شکار ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کو غصہ سے بچنا چاہئے۔

غصہ دور کرنے کا نبوی ﷺ علاج:

(15) عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ: قَالَ: اسْتَبَّ رَجُلَانِ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجَعَلَ أَحَدُهُمَا تَحْمَرُّ عَيْنَاهُ وَتَنْتَفِخُ أَوْذَانُهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنِّي لَأَعْرِفُ كَلِمَةً لَوْ قَالَهَا لَذَهَبَ عَنْهُ الَّذِي يَجِدُ: أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ

سلیمان بن صرد سے روایت ہے کہ دو لوگ نبی ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کر رہے تھے۔ ایک کی آنکھیں

لال ہو گئیں اور رگیں پھولنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں اگر وہ اس کو کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے (وہ کلمہ ہے): اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ“ (صحیح مسلم، کتاب البِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْاَدَابِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ يَهْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ وَبِأَيِّ شَيْءٍ يَذْهَبُ الْغَضَبُ، حدیث نمبر: 109)

دوسرا نبوی طریقہ یہ ہے کہ جب غصہ آئے تو نہ کچھ کہیں اور نہ کچھ کریں، بلکہ خاموش رہیں۔ کئی احادیث میں آیا ہے کہ نبی ﷺ کو جب غصہ آتا تو خاموش رہتے، اگرچہ کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا اور چہرے پر ناگواری کے اثرات صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ یہی مناسب عمل ہے غصہ میں کہ خاموش رہا جائے، اور نہ کچھ منفی سوچیں اور نہ بولیں اور نہ کریں۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَمَتَ نَجَا
عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔“
(سنن ترمذی، أَبْوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالزَّكَاةِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حدیث نمبر: 2501، حسن صحیح)

غصہ کا نفسیاتی علاج: انسان کو غصہ کب آتا ہے؟ جب کوئی چیز اس کی چاہت و منشاء کے خلاف ہو جاتی ہے۔ کوئی بات، کوئی کام، یا کوئی حالت اس کی خواہش اور امید کے موافق نہ ہو تو انسان کو غصہ آ جاتا ہے۔ تو اپنے آپ کو مندرجہ ذیل باتیں کوئی شخص سمجھالے تو اس کا غصہ جاتا رہتا ہے، ان شاء اللہ:

(1) یہ سوچیں کہ یہ دنیا میری منشا و خواہشات کے مطابق نہیں چلتی، بلکہ اللہ کی مشیت کے مطابق چلتی ہے۔ ہم اللہ کے بندے ہیں اور اس کے فیصلوں کے آگے مجبور محض ہیں۔

(2) یہ سوچیں کہ غصہ کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں، بلکہ غصہ سے معاملہ کو نمٹیں گے تو مسئلہ اور بگڑ جاتا ہے۔ اس لئے صبر سے ریلکس ہو کر مسئلہ کا حل ڈھونڈیں گے تو ان شاء اللہ مسئلہ کا صحیح حل ملے گا۔

(3) یہ سوچیں کہ غصہ میں جو بھی بولا جاتا ہے یا کیا جاتا ہے وہ بعد میں پچھتانے کا، کئی مصائب و پریشانیوں کا اور خیر سے محرومی کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے غصہ آنے پر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

(4) غصہ میں کہی گئی بات یا کیا گیا کام اللہ کو ہمیشہ کے لئے ناراض کر سکتا ہے اور ہماری دنیا و آخرت کو تباہ کر سکتا ہے۔ اس لئے غصہ آنے پر خاموش رہنا ہی بہتر ہے۔

یہ چاروں باتیں بار بار وقتاً فوقتاً اپنے آپ کو سمجھاتے رہیں تو ان شاء اللہ غصہ کم سے کم آئے گا۔
اکثر گھروں میں ساس بہو، میاں بیوی، والدین اور بچوں کے بیچ تلخی اور علیحدگی غصہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔
جب کوئی ہم سے کوئی ناگوار بات یا کام کرے تو نظر انداز کیا جائے اور خاموش رہا جائے۔ ایٹھ کا جواب پتھر
سے دینے سے کوئی بہادر نہیں کہلاتا، بلکہ غصہ آنے پر خاموشی اختیار کرنے والا ہی اللہ کی بشارتوں کا مستحق ہوتا
ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّوَاءِ وَالصَّوَاءِ وَالْكُظُمِیْنَ الْغَیْظِ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ
الْحُسْنَیْنَ ۝

”جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں خواہ بد حال ہوں یا خوشحال جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے
قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے نیک لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔“ (ال عمران: 134)
اگر غصہ، بدلہ لینے کی سوچ، تکبر، بدزبانی، جیسے بری خصلتوں سے بچیں، تو کئی شادی شدہ زندگیاں طلاق ہونے
سے بچ جائیں اور خوش حال زندگی بسر کریں اور کئی غمگین گھر خوشحال رہیں، ان شاء اللہ۔

اللہ کی رحمت چاہئے تو رحم کرنا سیکھیں

16) جَرِيرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ لَا يَرْحَمُهُ اللَّهُ
جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس
پر رحم نہیں کرتا۔“ (سنن ترمذی، ابواب البر والصلة، بَابُ مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الْمُسْلِمِينَ، حدیث نمبر:
1922، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ)

اللہ کی رحمت بہت بڑی نعمت ہے جس کو مل جائے سارے خیر مل جائیں اور سارے شر سے بچ
جائے۔ انسان ہر وقت اللہ کی رحمت کا محتاج ہے، یاں تک کہ آسانی سے ایک ایک سانس لینے کے لئے بھی اللہ
کی رحمت کا محتاج ہوتا ہے۔ انسان کا خوش حال اور پرسکون زندگی گزارنا اللہ کی رحمت کے بغیر ممکن نہیں۔ بس
اس نعمت کو پانے کا ایک آسان وسیلہ یا نسخہ اس حدیث میں بتا دیا گیا ہے کہ تم لوگوں پر رحم کرو اللہ تم پر رحم

کرے گا۔ بندہ کے ساتھ اللہ ایسے ہی سلوک کرتا ہے جیسا بندہ اپنے مسلم بھائی کے ساتھ سلوک کرتا ہے۔

اگر چاہتے ہیں کہ اللہ آپ کے گناہ معاف کرے تو آپ معاف کرنا سیکھیں

(17) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلَّا عِزًّا،

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”معاف کر دینے سے اللہ بندہ کی عزت زیادہ

ہی کرتا ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمہ والصلۃ والاداب، باب استخباب العفو والتواضع، حدیث نمبر: 6592)

ہم انسانوں کے بیچ میں بستے ہیں، اور انسانوں سے غلطی ہونا لازمی ہے۔ اگر ہم ہر انسان کی ہر غلطی

پر اسے سزا دینے لگیں، اس سے انتقام لینے لگیں تو پھر ہماری ساری زندگی اسی ایک کام کے لئے ناکافی ہوگی اور

ایسا کر کے ہم اپنا وقت، مال، قوتیں اور صلاحیتیں ضائع کر دیں گے، چین و سکون کھو بیٹھیں گے اور پھر انتقام

لینے سے اٹھنے والے فتنوں میں گھر جائیں گے۔ اس کے بجائے عفو و درگزر سے کام لیں تو ان سارے

نقصانات سے بچ جائیں گے اور بہت سے خیر بٹور لیں گے، ان شاء اللہ۔

ہمیں اپنوں کی کئی باتوں پر بہت غصہ آتا ہے۔ اس وقت یہی سوچیں کہ یہ تو میرے اپنے ہیں اور یہ

بھی انسان ہیں غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ میں بھی تو غلطیوں سے پاک نہیں۔ بس درگزر کر دیں۔ امید ہے کہ اللہ

آپ کی غلطیوں سے درگزر کر دے۔ اگر کوئی آپ کے ساتھ برا معاملہ کرے۔ تب بھی آپ اس کو معاف

کر کے نرمی سے پیش آئیں۔ بدلے کی سوچ ہرگز نہ رکھیں، کیوں کہ ہمارے آس پاس انسان بستے ہیں اور

انسان سے غلطیاں ہوتی ہی رہتی ہیں آپ ہر ایک سے ان کی غلطیوں پر بدلہ لینے کی سوچیں گے، تو ساری عمر

بدلہ لینے کی جدوجہد ہی میں گزر جائے گی اور آپ کی زندگی کبھی چین و سکون سے نہ کٹے گی اور بدلہ لینے سے اور

بھی مصائب بڑھیں گی کبھی کم نہ ہوں گی۔ ہاں اگر کوئی آپ کے ساتھ اتنا برا معاملہ کرے کہ معاملہ شرعی حدود

کے تحت آجاتا ہے تو پھر آپ کو اختیار ہے۔ خواہ معاف کریں، یا دیت لیکر چھوڑ دیں یا حدود نافذ

کرائیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی۔ تہمت لگانے والا بھی کون

تھا ان کا رشتہ دار جس کی ابو بکر رضی اللہ عنہ وقتاً فوقتاً مالی مدد کیا کرتے تھے۔ اس باپ کا درجہ جس کی پاک دامن

بیٹی کو سارے شہر میں جھوٹے الزام کے تحت بدنام کیا گیا ہو آپ باپ ہوں تو سمجھ سکتے ہیں۔ بس وہی کیفیت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تھی۔ بس اسی کیفیت میں انہوں نے قسم کھالی کہ وہ اس کے بعد اپنے اس ناشکرے رشتہ دار سے کوئی خیر معاملہ نہیں کریں گے، لیکن اللہ کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اللہ نے جہاں ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہ کی پاک دامنی کا اعلان کیا، وہیں ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ نصیحت بھی کی:

وَلَا يَأْتِلْ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ
وَلْيُعْطُوا وَلْيَصْفَحُوا ۚ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٣١﴾

”تم میں جو لوگ صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ اپنے رشتہ دار، مسکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کی مدد نہ کریں گے۔ انہیں معاف کر دینا چاہیے اور درگزر کرنا چاہیے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں معاف کرے؟ اور اللہ غفور رحیم ہے۔“ (النور: 22)

بس یہ آیت سننا تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ چیخ اٹھے۔ کہا: ”ہاں ہاں! کیوں نہیں، میں چاہتا ہوں کہ اللہ میرے گناہ معاف کرے۔ میں اپنے رشتہ دار کو معاف کر دیتا ہوں۔“

یہ کون کہہ رہے ہیں اس امت کا بہترین شخص جس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ زندگی میں خیر، چین و سکون، خوشیاں یوں ہی نہیں ملا کرتیں اس کے لئے بہت سے لوگوں کو معاف کرنا پڑتا ہے، بہت سی باتوں سے درگزر کرنا پڑتا ہے، بہت سی خواہشات کو دبا دینا پڑتا ہے، بہت سی بری عادتوں کو چھوڑنا پڑتا ہے، اپنے آپ کو بہت سی باتوں کا پابند بنانا پڑتا ہے، بہت سی خوبیوں کو اپنانا پڑتا ہے، تب کہیں جا کر اللہ کا فضل ہوا تو زندگی خیر و فلاح چین و سکون سے گذرتی ہے۔ بے راہ روی کی زندگی میں کبھی وہ بات نہیں آتی۔

لوگوں کی یہ سوچ ہوتی ہے کہ میں لوگوں کی بدزبانی پر اور ان کی بدسلوکی پر ان کو معاف کر دوں گا، ان سے درگزر کروں گا، خاموش رہوں گا، صبر کر لوں گا تو لوگ مجھے کمزور سمجھیں گے، جب کہ معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ لوگوں کی بدزبانی پر اور ان کی بدسلوکی پر ان کو معاف کر دینا، ان سے درگزر کرنا، خاموش رہنا، صبر کر لینا، یہ بڑے ہمت کے کام ہیں اور یہ کام کمزور شخص کر ہی نہیں سکتا۔ اور اللہ ایسے لوگوں کو معاف کرتا

ہے جو لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر ابو بکر کے قصہ میں گزر چکا ہے۔

بعض اوقات لوگوں کو صرف معاف کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ حالات کو سنبھالنے کے لئے، مسئلہ کو سلجھانے کے لئے غلطی نہ رہتے ہوئے بھی لوگوں سے معافی بھی مانگنی پڑتی ہے۔ معافی مانگنے کے بھی کئی فوائد ہیں۔ لوگوں سے معافی مانگنے سے، مسائل سلجھ جاتے ہیں، لوگوں کے دل میں آپ کے خلاف اٹھنے والے منفی جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور آپ کے لئے اچھی سوچ جنم لیتی ہے، باذن اللہ۔ اللہ سے معافی مانگنے سے اللہ کا غضب ٹھنڈا ہوتا ہے اور ہمارے گناہ کی وجہ سے اترنے والے عذابات، بلائیں وغیرہ روک لی جاتی ہیں۔ اللہ فرماتا ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ﴿٣١﴾

اور اللہ عذاب نہیں دینے والا اس حال میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں۔ (الانفال: 33)

حیاء میں بھلائی ہے

(18) عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ: يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”حیاء بھلائی کے سوا کچھ نہیں لاتی۔“

(صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شُعَبِ الْإِيمَانِ، حدیث نمبر: 60)

فَحَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ حُصَيْنٍ: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلُّهُ قَالَ: أَوْ قَالَ: الْحَيَاءُ كُلُّهُ خَيْرٌ

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”حیاء پوری کی پوری خیر (بھلائی)

ہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب شُعَبِ الْإِيمَانِ، حدیث نمبر: 60)

(19) حَدَّثَنَا أَبُو مَسْعُودٍ: قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ هَذَا أَذْرَكَ النَّاسِ مِنْ كَلَامِ النَّبِيِّ

الْأُولَى: إِذَا لَمْ تَسْتَحْجِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ

ابو مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”کلام نبوت سے لوگوں نے جو کچھ سمجھا وہ یہ ہے کہ

جب تم میں حیاء نہ رہے تو جو چاہو کرو۔“ (صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب إِذَا لَمْ تَسْتَحْجِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ،

حدیث نمبر: 6120)

جو اللہ کے لئے حیا اختیار کرتا ہے وہ ایسے جرائم سے باذن اللہ بچ جاتا ہے جو ایک شخص اور اس سے جڑے لوگوں کی پوری زندگی تباہ کر دیتے ہیں۔ آپ انٹرنیٹ پر دنیا کے جرائم کی شرح اور ان کے وجوہات کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ جان کر حیرانی ہوگی کہ اکثر بڑے جرائم جو انسان کرتا ہے وہ بے حیائی میں یا مال کی محبت ہی میں کرتا ہے۔ یہ ایسے جرائم ہوتے ہیں جو اس کی زندگی کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں، مصائب و پریشانیوں سے بھر دیتے ہیں۔ بے حیائی میں تھوڑے سے وقت کے لئے مزہ تول جاتا ہے، لیکن اس تھوڑے سے مزے کی قیمت ساری زندگی چکانی پڑ سکتی ہے، بیماری کی شکل میں یا بے عزتی کی شکل میں، یا جیل میں یا بے چینی یا بے سکونی میں اور کبھی کبھی جان دیکر یا لیکر۔ غرض یہ کہ کوئی نہ کوئی عذاب زندگی سے جڑ ہی جاتا ہے الا ماشاء اللہ۔ سب سے بڑا عذاب تو اللہ کی ناراضگی ہے جو دنیا و آخرت کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں فلمیں اور ٹی، وی سیریس دیکھ کر یہ خواہش رکھتی ہیں کہ انہیں بھی کوئی اپنی جان سے زیادہ چاہنے والا/ والی ہم سفر مل جائے، لیکن اکثر دھوکا ہی ہوتا ہے۔ عاشق کو معشوقہ کی کوئی بات یا کام ایسا معلوم ہو جائے جو عاشق پر ناگوار گزرے تو عاشق معشوقہ سے پیچھا چھڑانے کی کوشش میں لگ جاتا ہے۔ اور انسان سے ایسی غلطیاں ہو ہی جاتی ہیں۔ اسی طرح معشوقہ کو کوئی لا علاج بیماری لگ جائے تو بھی عاشق کا سارا عشق غائب ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر عشق کے معاملے شادی سے پہلے یا شادی کے بعد ٹوٹ ہی جاتے ہیں۔ عاشقوں کے حصے میں پشیمانی و ندامت ہی آتی ہے۔ یہ قدرت کے قانون کے خلاف چلنے پر عذاب ہوتا ہے۔ لڑکا یا لڑکی کو جب پیار کرنے والے ہم سفر کی ضرورت محسوس ہو تو وہ عشق نہ کرے، بلکہ والدین کی رضاء و مندی لیکر نکاح کر لے۔ اسی میں بھلائی ہے۔

نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک اور بڑی غلط فہمی میں رہتی ہیں کہ عشق کر کے شادی کریں گے تو خوش رہیں گے، لیکن یہ بھی غلط فہمی ہی ہوتی ہے۔ تبھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ عشق کر کے شادی کرنے والوں ہی میں طلاق کے واقعات اکثر ہوتے ہیں۔ مغربی ممالک میں اکثر شادیاں عشق کے بعد ہی ہوتی ہیں اور ان میں سے اکثر شادیوں کا خاتمہ طلاق پر ہوتا ہے۔ وہاں طلاق کی شرح اتنی زیادہ ہے کہ اب ان کا ذہن بن چکا ہے کہ شادی کوئی رشتہ کی گرنی نہیں۔ اس لئے اب وہاں لڑکا اور لڑکی بغیر شادی یعنی بغیر ایک دوسرے کی ذمہ داری اٹھائے

جب تک دل چاہتا ہے ایک ساتھ رہتے ہیں اور جب دل بھر جائے الگ ہو کر دوسرے کے ساتھ رہنے لگتے ہیں۔ یہ عیاشی کی زندگی ان کو اس وقت بھاری پڑتی ہے جب ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے یا مال کا نقصان ہو جاتا ہے اور ان کا پرسان حال کوئی نہیں رہتا۔ ان لوگوں کو یہ سمجھ نہیں کہ خرابی شادی میں نہیں، خرابی ان کی سوچ میں ہے جو عشق کی وجہ سے ہے۔ عشقیہ شادی اکثر ناکام ہی ہوتی ہے، کیوں کہ جو شادی اللہ کی رضا کے حصول کے لئے نہ ہو، پھر پاکیزہ طریقہ سے نہ ہو تو ان کے ٹوٹنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے۔

اس لئے ایک مسلم کو چاہئے کہ عشق و معاشقہ، زنا اور ناجائز رشتے بنانے سے دور رہیں اور یہ اللہ کی رضا کے لئے ہو۔ جو والدین یہ چاہتے ہیں کہ ان کے بچے بے حیائی سے دور رہیں وہ اپنے گھر سے ٹی، وی کو نکال پھکیں اور بچوں کو اللہ کی رضا کے حصول کے کاموں میں لگائے رکھیں۔ اور بار بار یہ مقصد حیات اپنے بچوں کو یاد دلاتے رہیں کہ ہم اس دنیا میں ہیں ہی اللہ کو راضی کرنے کے لئے، اپنے نفس کو راضی کرنے کے لئے نہیں۔ اور اللہ سے دعا کریں کہ اللہ ان کو بے حیائی سے بچائے رکھے۔ کیوں کہ یہ اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر اس کے لئے سخت قدم اٹھائیں۔ حجاب کو نافذ کر کے وہ تمام چیزیں جو بے حیائی پر ابھارتی ہیں جیسے ٹی، وی، انٹرنیٹ وڈیوز، غیر شرعی فنکشنز، غیروں کے ساتھ گھل ملنا وغیرہ بند کر لیں۔

بے حیائی سے بچنے کا اسلامی طریقہ:

بے حیائی سے بچنے کے لئے گھر اور باہر دونوں جگہ حجاب (پردہ) کا اہتمام کریں۔ حجاب صرف برقعہ پہن کر باہر نکلتا ہی نہیں، بلکہ گھر اور باہر دونوں جگہ غیر محرم مرد، عورتوں سے اور غیر محرم عورت، مردوں سے ملنے اور بات کرنے اور اپنے حسن کو ظاہر کرنے سے پرہیز کریں۔

بے حیائی سے بچنے کا نفسیاتی طریقہ:

(1) یہ سوچ بنائیں کہ بے حیائی (عشق، معاشقہ، زنا، ناجائز رشتہ) اللہ کو سخت ناراض کرنے والا گناہ ہے۔

اس سے چند لحظات کا مزہ تو ملتا ہے، لیکن یہ دنیا اور آخرت بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

(2) یہ سوچیں کہ حیا ہی میں خیر ہے۔

(3) یہ سوچیں کہ میں اللہ کی رضا کی خاطر عشق، معاشقہ، زنا، ناجائز رشتہ میں ملوث نہیں ہوؤں گا/گی، ان شاء اللہ۔ میں ایک مسلم ہوں اور مجھے بے حیائی کے کاموں سے دور رہنا چاہیئے۔

یہ تینوں باتیں بار بار وقتاً فوقتاً اپنے آپ کو سمجھاتے رہیں، یہاں تک کہ عشق، معاشقہ، زنا، ناجائز رشتہ سے نفرت آپ کے دل میں بیٹھ جائے۔

فن کلام

(20) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ کہے تو بھلی (اچھی) بات کہے ورنہ خاموش رہے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الْحَقِّ عَلَى الْكُفَرَاءِ وَالْجَارِ وَالضَّيْفِ، وَلُزُومِ الصَّمْتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكَوْنِ ذَلِكَ كَلِمَةً مِنَ الْإِيمَانِ، حدیث نمبر: 74)

(21) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ صَمَتَ نَجَا

عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔“

(سنن ترمذی، أَبَوَابُ صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالزَّكَاةِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، حدیث نمبر: 2501)، حسن صحیح

جب بھی انسان کوئی بات کرے تو یہ سوچ کر بات کرے کہ میں کہوں گا تو بھلی بات کہوں گا، ورنہ خاموش رہوں گا، ان شاء اللہ۔ اس بات کی تلقین اپنے آپ کو بار بار وقتاً فوقتاً کرتے رہیں، یہاں تک کہ بفضل اللہ آپ کو اس بات کی عادت پڑ جائے کہ آپ جب کبھی بات کریں تو بھلی بات کریں، ورنہ خاموش رہیں۔ شروع شروع میں ناپ تول کر بات کرنے میں مشکل ضرور ہوتی ہے، لیکن جیسے جیسے آپ اس کی کوشش کرتے رہیں گے، ان شاء اللہ آپ کی یہ عادت بن جائے گی۔ زبان کی لاج رکھیں اس کو بے لگام چھوڑ کر اللہ کے آگے، پھر لوگوں کے سامنے رسوا نہ ہوں۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ بھلی بات بھی اسی وقت فائدہ مند ہوگی ان شاء اللہ جب اس کو ایک اچھے انداز میں کہا جائے، ورنہ بھلی بات بھی اگر برے انداز میں کہی جائے تو وہ بھی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا

ہے کہ بات غلط نہیں ہوتی کہنے کا انداز غلط ہوتا ہے۔ یاد رہے ایک ہی بات کہنے کے کئی انداز ہوتے ہیں۔ ہر انداز کلام سے مختلف نتائج برآمد ہوتے ہیں، باذن اللہ۔ اس لئے ہمیں کوئی بھی بات کرنے سے پہلے اس بات کے الگ الگ انداز کلام کی فہرست بنا کر ان پر غور و فکر کرنا چاہئے اور ان سے برآمد ہونے والے نتائج کا اندازہ بھی لگالینا چاہئے۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں:

(1) ہماری باتیں مہذب ہوں، غیر مہذب نہ ہوں۔ بہت سے لوگ اپنے آپ کو حق بجانب سمجھ کر مخاطبین سے غیر مہذب انداز سے بات کرتے ہیں۔ آپ حق بجانب ہیں اس کا ہرگز مطلب یہ نہیں کہ آپ کو غیر مہذب انداز سے بات کرنے کی سہولت گئی۔ یاد رہے حق بات بھی اگر غیر مہذب انداز میں پیش کی جائے تو غیر مؤثر اور نقصان دہ ہوتی ہے۔

(2) ہماری باتوں سے کسی کے دل کو چوٹ نہ لگے، کسی کو تکلیف نہ ہو۔

(3) مخاطبین کے عمر اور مرتبہ اور رشتے، وقت، مزاج اور مؤثر کا خاص خیال رکھیں۔ جس طرح بچوں سے سخت کلامی معیوب سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح اپنے سے بڑوں سے ہنسی مذاق بھی درست نہیں۔

(4) بات چیت میں نرمی نہ ہوتی نہ ہو، اطمینان ہو جلد بازی نہ ہو، ٹھنڈک ہو غصہ نہ ہو، مٹھاس ہو کڑواہٹ نہ ہو، ایمانداری ہو دغا بازی نہ ہو، تعمیری ہو تخریبی نہ ہو، حیاء ہو بے حیائی نہ ہو۔ اچھائی ہو برائی نہ ہو، شکر گزاری ہو ناشکری نہ ہو، عاجزی ہو بڑائی نہ ہو، عیب پوشی ہو غیبت نہ ہو۔

(5) بات کرتے وقت ہمیشہ چوک نہ رہیں، محتاط رہیں، لاپرواہی اور غفلت سے بات نہ کریں۔

(6) کوئی ہمارے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے، کوئی بدزبانی کرتا ہے، ہمارے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے تو اس وقت ان سے الجھنے سے بات اور بگڑ جاتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ خاموش رہیں اور سلام کہہ کر وہاں سے نکل جائیں۔ بہادر وہ نہیں جو غصہ آنے پر دشمن کو چھچھاڈ دے، بلکہ بہادر تو وہ ہے جو غصہ کو پی جائے اور بھڑکاؤ حالات میں بھی نرمی کا مظاہرہ کرے۔ زندگی میں بارہا لوگوں کی طرف سے دل توڑ دینے والی باتیں سننے میں آئیں گی۔ اگر آپ ہر بات پر بگڑ جائیں گے، جھگڑے پر اتر آئیں گے تو پھر آپ کبھی سکون سے زندگی نہیں بتا پائیں گے۔ آپ کو پرسکون زندگی جینا ہے تو دوسروں کی بری باتوں کو نظر انداز کرنا سیکھیں، لیکن کوئی اس حد تک چلا جائے

کہ اس پر شرعی حدود واجب ہوتی ہے تو پھر آپ کو اختیار ہے۔

(7) ہر چھوٹی چھوٹی بات کو عزت کا مسئلہ نہ بنائیں۔ کسی نے آپ کے ساتھ آپ کے من چاہے انداز میں بات نہیں کی، سلوک نہیں کیا تو اسے اپنے لئے بے عزتی نہ سمجھیں اگرچہ کہ وہ جان بوجھ کر ہی کیوں نہ ایسا کرے۔ اور یہ بات اچھی طرح یاد رکھیں کہ اس دنیا میں 100 فی صد لوگوں سے کسی نے بھی عزت نہیں پائی خواہ بادشاہ ہو یا دنیا کا سب سے بڑا امیر۔ اس لئے ہر ایک سے عزت کی توقع رکھنا بے وقوفی ہے اور دکھ کا ذریعہ ہے۔ خواہ آپ دنیا میں اللہ کے فضل سے کتنے ہی بڑے مقام پر پہنچ جائیں آپ کے چاہنے والے ہوں گے تو آپ پر حسد کرنے والے بھی ہوں گے۔ اور اگر آپ ہر ایک حاسد کے سلوک سے بھڑک جائیں گے تو آپ کبھی دنیا میں چین و سکون سے نہ رہ پائیں گے۔ اس لئے صبر اور نرمی کے ساتھ ایسی باتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بھول جانے ہی میں ہماری بھلائی ہے۔ منفی حالات اور باتوں کے وقت مثبت باتیں اور رد عمل کرنا سیکھیں۔ آدمی اپنے ذہن کو اس کی تربیت دے۔

(8) خاموشی انسان کے کئی عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ انسان زیادہ بڑا ہوتا ہے تو اپنے بہت سے عیبوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ اور اپنا مقام لوگوں کی نظر میں گرالیتا ہے۔ بہت لوگوں کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ ان کا بہت زیادہ بولنا ان کے لئے عزت کا باعث ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ لوگ بہت زیادہ بولنے والے کا پیچھے بہت مزاق اڑاتے ہیں۔ زیادہ بولنے والا شخص اپنی زبان سے ایسی باتیں بول جاتا ہے کہ اللہ اس کی باتوں سے ناراض ہو جاتا ہے۔ زیادہ بولنے والا شخص دوسروں کی غیبت، برائی، مزاق اور چغلی کرتا ہے جو اس کے لئے بعد میں جھگڑے اور رشتوں میں کڑواہٹ، خیر سے محرومی اور شر کی آمد کا باعث بنتے ہیں۔ غرض یہ کہ کم بولنے میں جو بھلائی ہے وہ زیادہ بولنے میں نہیں۔

گھریلو جھگڑے، گھروں میں ٹینشن کا ماحول، رشتوں میں کڑواہٹ وغیرہ کا علاج یہ ہے کہ آدمی صبر، نرمی، تواضع، معافی اور خاموشی سے کام لے تو یہ کم سے کم تر ہوں گے یا ختم ہی ہو جائیں گے، ان شاء اللہ۔ جب اپنوں کے بیچ کوئی مسئلہ پیش آجائے تو بھڑکے نہیں، ایک دم سے اس کا رد عمل نہ کریں، حاضر جوابی سے کام نہ لیں، اینٹھ کا جواب، پتھر سے نہ دیں، بلکہ تھوڑی دیر رکھیں اور سوچیں اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ اس مسئلہ کو کیسے سلجھایا جاسکتا ہے۔ اللہ سے دعاء کریں کہ وہ اس مسئلہ سلجھائے۔ کبھی سامنے والوں کو معاف کر دینے سے،

کبھی معافی مانگ لینے سے، کبھی خاموش رہنے سے، کبھی نرمی سے دو ٹوٹھے بول بولنے سے، کبھی تھوڑا سا اپنا حق چھوڑ دینے سے مسئلہ سلجھ جاتا ہے یا مسئلہ کی شدت میں کمی آ جاتی ہے، باذن اللہ۔ ہمیشہ مسئلہ کو سلجھانے کی سوچ رکھیں۔ اور مسئلہ کو سلجھانے کے لئے کئی مرتبہ حق پر رہتے ہوئے بھی کئی باتیں خاموشی کے ساتھ برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ ان چند باتوں کا خیال رکھیں گے تو ان شاء اللہ، آپ اپنی باتوں سے خوب سارا خیر حاصل کر سکتے ہیں اور ڈھیر ساری پریشانیوں سے بچ سکتے ہیں۔

(22) عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: وَبَشِّرُوا، وَلَا تُتَفَرُّوا
انس بن مالک سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”اچھی باتیں بتاؤ اور (بری باتیں کر کے) نفرت نہ دلاؤ۔“ (صحیح بخاری، کتاب العلم، حدیث: 69)

فن امورِ اموال

مال کے تعلق سے ایک مسلم کی سوچ یہ ہو:

”رزق میں فراخی دینا اور تنگی لانا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، مال کی حفاظت کرنا اور ضائع کر دینا بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اور مال موجود ہو، لیکن اس کے ذریعہ سے کسے کتنا فائدہ پہنچانا ہے اور کتنا نقصان پہنچانا ہے یہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔“

اس باب میں ایسی حدیثیں جمع کی گئی ہیں جن پر اگر عمل کیا جائے تو بہت سے مصائب و پریشانیوں سے باذن اللہ بچا جاسکتا ہے:

(23) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: وَإِنَّهُ مَنْ يَسْتَعِفُّ يُعِفَّهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَتَصَدَّقْ يُصَدِّقْهُ اللَّهُ، وَمَنْ يَسْتَغْنِ يُغْنِهِ اللَّهُ، وَلَنْ تُعْطُوا عَطَاءَ خَيْرٍ وَأَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ
”جو (مانگنے سے) بچتا رہے گا اس کو اللہ (مانگنے سے) بچائے گا اور جو صبر اختیار کرے گا اللہ اسے صبر دے گا اور جو غنی اختیار کرے گا اللہ اسے غنی بنا دے گا اور تمہیں صبر سے بہتر اور وسیع تحفہ نہیں دیا گیا۔“ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث: 6470)

شرح: اس حدیث میں تین باتیں اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے: (1) مانگنے سے بچنا خواہ وہ بھیک ہو، چندہ ہو یا قرض۔ (2) صبر اور (3) بے نیازی۔

آج اکثر لوگوں کو مانگنے کی لت پڑی ہوئی ہے۔ کسی کے پاس پیسہ دیکھیں، کہیں سے پیسے ملنے کے امکان نظر آ رہے ہیں تو بھیک، چندہ یا قرض مانگنے کے لئے ہاتھ پھیلا دیتے ہیں۔ اچھی کمائی کے لوگ بھی آج قرضوں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ قرضے ضرورت کے لئے نہیں، یا تو ارمانوں کو پورا کرنے کے لئے لیے گئے ہیں یا دنیا میں ترقی کرنے کے لئے۔ ترقی کے لئے اور ارمانوں کو پورا کرنے کے لئے قرض لیکر انسان زندگی کو تنگ کر لیتا ہے، پریشانیوں کو بڑھا لیتا ہے۔ وہ ارمان جس کا پورا کرنا ہماری طاقت سے باہر ہو اس پر قرض کرنے سے صبر کر لینا اچھا ہے۔ ایسے ارمان کیوں پالیں جن کو پورا کر کے انسان قرضدار بن جائے اور زندگی کا ایک بڑا حصہ اس قرضے کی ادائیگی کے چکر میں چلا جائے۔ ایسی ترقی کس کام کی جن کے ساتھ پریشانیاں لگیں ہوں۔

یقیناً مال انسان کی ضرورت ہے اور اس کے لئے کوششیں ہونی چاہئے، لیکن کوشش حلال کی ہو۔ جہاں حرام آجائے وہاں رک جانا ہے۔ ایک مسلم کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو اور سارے جہان کو پالنے والا صرف اللہ ہے، ہماری تقدیر میں اللہ نے جتنا رزق لکھ رکھا ہے ہمیں اتنا ہی ملنے والا ہے، بھلے ہم لاکھ دوڑ دھوپ کر لیں، لاکھ تدبیریں اختیار کر لیں۔ جب یہ عقیدہ پختہ ہو جاتا ہے تو ایک مسلم صرف حلال روزی ہی کمانے کے لئے دوڑ دھوپ کرتا ہے اور حلال ذرائع سے جتنی روزی میسر آتی ہے اس پر قناعت اختیار کرتا ہے۔ حلال روزی تو حید کے تقاضوں میں سے ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا مِن طَائِفَتِ مَا رَزَقْنَكُمْ وَأَشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ لَإِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿١٥﴾

”اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی عبادت کرنے والے ہو تو پاک چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں بخشی ہیں اور اللہ کا شکر ادا کرو۔“ (البقرة: 172)

لیکن انسان جب خود کو اپنے آپ کا اور اپنے گھر والوں کا پالنا سمجھتا ہے تو وہ فکروں میں گھرا رہتا ہے اور حرام حلال کی تمیز کئے بغیر حصول مال کے لئے خوب جدوجہد کرتا ہے اور قرضداری، حقوق تلفی، دھوکہ

وغیرہ کر کے کئی مصائب مول لیتا ہے۔

یاد رہے رزق میں فراخی دینا اور تنگی لانا اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، مال کی حفاظت کرنا اور ضائع کر دینا بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ سے ڈرنا چاہئے۔

بہت سے لوگ اپنا مال سودی بینکوں میں رکھتے ہیں اور وہ آپ کا مال سود کمانے کے لئے لگا دیتے ہیں۔ اس طرح آپ بالواسطہ سودی کاروبار میں ملوس ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ بات کہتے ہیں تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ اگر ہم مال گھر پر رکھیں گے تو چوری ہونے کا ڈر سنا رہا ہے۔ ایک مسلم کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ مال کی حفاظت اللہ کریگا تو ہی مال محفوظ رہے گا، ورنہ اگر اللہ مال کو ضائع کرنے پر آجائے تو آپ کے دماغ میں بس ایک کیڑا چھوڑ دیتا ہے کہ فلاں تجارت میں خوب فائدہ ہے۔ پھر لوگ آپ کو کتنا بھی سمجھائیں کہ بھائی اس تجارت میں نقصان ہی نقصان ہے تو آپ ان کی بات مانے بغیر پورے جوش سے اپنے ہی ہاتھوں سے اپنا مال بینک سے نکال کر لیجا کر اس تجارت میں ڈال دیں گے۔ پھر بڑا گھانا اٹھائیں گے۔ یا معاذ اللہ، کوئی بیماری ہی آجائے تو سارا مال ضائع ہو سکتا ہے۔ اس لئے حرام ذرائع سے اپنے مال کی حفاظت ہرگز نہ کریں۔ اللہ پر توکل رکھیں، سارے حقوق ادا کریں اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں، ان شاء اللہ، اللہ مزید برکت دیگا۔

مال کی حفاظت کے لئے آپ یہ تدبیر اختیار کر سکتے ہیں ایک مضبوط الیکٹرانک تجوری (Electronic Treasury) خریدیں اور اپنا مال اس میں رکھیں۔ کتنے ہی لوگ اپنے کروڑوں روپے ایسے ہی رکھتے ہیں۔ اگر مال بہت زیادہ ہے تو زمین یا سونا کی شکل میں رکھیں۔

مال کے تعلق سے یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ اللہ کسی کو مال دیتا ہے تو اس مال سے اس شخص کو کتنا فائدہ پہنچے اور کتنا نقصان پہنچے اس کا فیصلہ بھی اللہ ہی کرتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کے پاس خوب مال ہے، لیکن اسے شکر کی بیماری ہے اور وہ میٹھا کھا نہیں سکتا۔ اس کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ اپنے شہر کی ساری مٹھائیاں خرید سکتا ہے بفضل اللہ، لیکن مٹھاس کا لطف اٹھا نہیں سکتا، اللہ نے اسے اس چیز سے محروم کر دیا۔ یا اللہ مالدار کا دل تنگ کر دیتا ہے کہ وہ خود پر بھی خرچ نہیں کرتا۔ بس بچاتے جاتا ہے، بچاتے جاتا ہے اور بچا بچا کر ہی مر جاتا ہے۔ میں ایک ایسے رشتہ دار کو جانتا ہوں جو اچھی کمائی کے باوجود کبھی خود اچھا

کھایا، نہ اچھا پہنا اور نہ کبھی گھر والوں کو اچھا کھلایا اور نہ اچھا پہنایا۔ میں سمجھتا تھا شاید بڑھاپے کے لئے بچت کر رہے ہیں، لیکن بڑھاپے میں بھی اچھی کمائی کے باوجود رویہ ویسا ہی رہا۔ تب میں یہ سمجھا کہ اللہ ان کو ان کے مال سے زیادہ فائدہ ہی نہیں پہنچانا چاہتا۔ اس لئے مالداری کے باوجود غربت کی زندگی جی رہے ہیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے مال خیر کم اور شر زیادہ لے آتا ہے، اللہ کی پناہ۔ کتنے ہی لوگ خود یا ان کی اولاد مال کے نشے میں عیاشی میں پڑ جاتے ہیں اور زندگی بھر کے لئے کئی مصائب و پریشانیاں مول لیتے ہیں۔ میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا ہے جس کو اللہ نے خوب کمائی دی تو وہ اللہ کی طرف رجوع ہونے کے بجائے عیاشی میں پڑ گیا: زنا، شراب خوری اس کی عادت بن گئی۔ پھر کیا تھا اللہ نے چند سال مہلت دی اور پھر گرفت میں لے لیا تو منہ کا کینسر ہو گیا۔ اس کی بدبو سے سارے گھر کے لوگ پریشان ہو گئے، پھر عبرت ناک موت سے دو چار ہوا۔ بتانے کا مقصد کسی کی تحقیر یا آپ کی تفریح کرانا ہرگز نہیں، بلکہ ایسے کئی قصے تو آپ کے آس پاس بھی ہوتے ہیں بس مومنانہ نظریہ سے ان کو دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، عبرت حاصل کرنے کے لئے۔

اس لئے مال کے معاملہ میں اللہ سے ڈرنا چاہئے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم ایک چیز کو اچھی سمجھتے ہیں اور وہ ہمارے لئے بری ہوتی ہے اور ایک چیز کو ہم اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں، لیکن اسی میں ہماری بھلائی ہوتی ہے۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ہمیں بہت کم علم سے نوازا گیا ہے اور ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ ہمارے لئے کیا اچھا ہے اور کیا برا:

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۶۱﴾

”ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“ (البقرة: 216)

اس لئے ہمیں اللہ سے دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ ہمیں ایسا مال دے جس میں خیر ہی خیر ہو، کوئی شر نہ ہو۔

اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے یہ سوچ بنائیں:

(1) اللہ سے توفیق کی دعاء کریں، پھر یہ پختہ ارادہ کریں کہ میں اللہ کے سوا ہرگز کسی سے پیسے نہیں مانگوں گا، نہ قرض مانگوں گا، ان شاء اللہ۔

(2) یہ سوچ بنائیں کہ اگر ارمان پورے کرنے کے لئے میرے پاس پیسے نہ ہوں تو میں صبر کر لوں گا، لیکن کسی سے مانگ کر قرض لیکر ارمان پورے نہیں کروں گا، ان شاء اللہ۔

(3) یہ سوچ بنائیں کہ کس کے پاس کیا ہے اس سے مجھے کوئی مطلب نہیں۔ میں جس حال میں بھی ہوں، الحمد للہ بہت خوش ہوں۔ مجھے دنیا میں کسی کو کچھ دکھانا نہیں ہے۔ مجھ سے بس اللہ راضی ہو جائے، میرے لئے یہی کافی ہے۔

ان سب باتوں کو یاد رکھیں گے تو مال اور وراثت کے معاملہ میں رشتہ داروں کے ساتھ بے انصافی اور جھگڑے نہیں ہوں گے، ان شاء اللہ۔

انسان اپنی لڑکیوں کی شادی میں سب سے زیادہ قرض دار بنتا ہے۔ صرف ایک دن کی شان کی چاہت میں لاکھوں روپے ڈبو دیتا ہے۔ ایسے لوگوں کو جان لینا چاہئے کہ لوگ بڑے ناشکرے ہیں۔ کتنا بھی اچھا کھلاؤ پیچھے بدنام کر ہی دیتے ہیں۔ اس لئے اپنی جان مصیبت میں ڈال کر بہت سارے لوگوں کو راضی کرنے کی کوشش نہ کریں، بلکہ ایک اللہ کو راضی کرنے کی کوشش کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ سب لوگ کسی ایک سے راضی ہوئے ہوں۔ اس لئے لوگوں کی اتنی پرواہ نہیں کرنی چاہئے کہ ان کی ایک ملامت کو ڈر کر یا ان کی ایک تعریف کے لئے آپ مقروض ہو جائیں۔ کوئی کچھ بھی کہے، آپ کو سادگی اختیار کرنی چاہئے۔ نرمی اور سادگی سے نکاح کریں۔ لڑکے والوں کو سمجھائیں کہ شادی دونوں خاندانوں کی خوشی اور شادمانی کا باعث ہو، نہ کہ ایک کے لئے باعث خوشی ہو اور دوسرے کے لئے باعث آفت۔ اس لئے سادگی سے شادی کرنے کی پیشکش کریں، مانے تو ٹھیک، ورنہ وہ آپ کے لائق نہیں۔ بہت سے لوگ اپنی بیٹی کی خوبصورتی کی کمی کی بھر پائی مال سے پُر کرنا چاہتے ہیں۔ کاش کہ اس کی کو علم اور اخلاق سے پُر کرتے اور لڑکے والوں کو سمجھاتے کہ بھلے ہی آپ کی بیٹی خوبصورتی میں کم ہو، لیکن علم، اخلاق اور خدمت گذاری میں بہت اچھی ہے۔

ایک شخص اللہ کی توفیق سے نیا نیا ہدایت پر آیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے سود پر بہت سارا قرضہ اٹھا

رکھا ہے، اگرچہ کہ اس کی کمائی اس کی ضرورت سے زیادہ تھی۔ پھر بھی اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے اس نے قرضہ اٹھایا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم جلد از جلد سود سے باہر نکل آؤ۔ سود ہمیشہ کے لئے جہنم میں لے جانے والا گناہ ہے۔ اس نے کہا کہ وہ بھی سود سے باہر نکلنا چاہتا ہے۔ پھر اس نے قرضہ کی ادائیگی کے لئے مجھ سے قرضہ مانگا۔ بہت سے لوگ بڑے چالاک ہوتے ہیں۔ دوسروں کے مال سے ہی سارا معاملہ نمٹالینا چاہتے ہیں۔ مجھے لگا یہ شخص اپنا مال محفوظ رکھ کر میرے مال سے اپنا کام نکال لینا چاہتا ہے۔ میں نے اس سے کہا: کیا تم واقعی قرضہ اور سود سے بچنا چاہتے ہو؟

اس نے کہا: ہاں بالکل۔

میں نے کہا: تمہارے پاس کیا Assets (اموال) ہیں؟

اس نے کہا: خاص گھر ہے رہنے کے لئے، کچھ سونا ہے بیوی کے پاس جو وہ مجھے کبھی نہیں دیگی۔ اور گورنمینٹ نوکری ہے۔ بس۔

میں نے پوچھا: فی الحال گھر کی کیا قیمت ہے؟

اس نے کہا: 32 لاکھ۔

میں نے پوچھا: قرضہ کتنا ہے؟

اس نے کہا: قرضہ 7 لاکھ لیا تھا جو سود ملا کر 12 لاکھ کے قریب ہوا ہے۔

میں نے کہا: تو تمہارے مسئلہ کا حل اللہ کے فضل سے تمہارے پاس ہی ہے۔ گھر بیچ دو قرضہ سے چھٹکارہ پاؤ۔

اس نے کہا: میں نے قرضہ کیا ہی تھا گھر بنانے کے لئے۔ اب اگر گھر بیچ دوں گا تو رہوں گا کہاں؟

میں نے کہا: ارے بھائی 20 لاکھ تو اللہ کے فضل سے بچ رہے ہیں نہ؟ اس سے کوئی چھوٹا سا مکان لے لینا۔ تب تک کسی کرائے کے مکان میں رہ لینا۔ دیکھو اللہ کہتا ہے کہ اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو بڑھاتا ہے۔ لیکن اللہ تم پر بڑا مہربان ہے۔ اللہ نے تمہیں اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھا، تم نے سود پر لیا گیا قرضہ 7 لاکھ سے گھر خریدا، پھر بھی اللہ نے تمہارے مال کو بڑھایا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاؤ اور اللہ کی طرف رجوع ہو جاؤ۔ بفضل اللہ، بات اس کی سمجھ میں آگئی۔ اس نے چند ہی دنوں میں اپنا گھر بیچ کر اپنا سارا قرضہ چکا دیا۔ پھر مجھ

سے ملا۔ میں نے پوچھا: کیسا محسوس کر رہے ہو؟

ٹھنڈی سانس لی اور کہا: سکو۔۔۔ن! جس کے لئے میں پچھلے 22 سال سے ترس رہا تھا۔ 22 سال پہلے نوکری ملی تھی۔ تبھی سے میں نے اپنی اور اپنے گھر والوں کی خواہشات کے لئے قرضہ اٹھانا شروع کر دیا۔ میں نے اپنے پورے کریر میں کبھی پوری تنخواہ نہیں دیکھا۔ میری تنخواہ میں سے ایک وافر حصہ صرف قرضہ چکانے ہی میں چلا جاتا تھا۔ ایک قرضہ چکا تا تو دوسرا اٹھاتا۔ میرا دماغ پچھلے 22 سالوں میں صرف اسی عمل میں سرگرم رہا کہ کہاں سے قرضہ اٹھاؤں کیسے قرضہ چکاؤں۔ آج 22 سال بعد میں پہلی بار قرضہ سے پاک ہوں اور میرے پاس پیسا بھی ہے اور تنخواہ بھی پوری لے رہا ہوں، الحمد للہ۔

میں نے کہا: اللہ نے تو تمہیں سکون بھری زندگی گزارنے کے لئے مالی اسباب اپنے فضل سے عطاء کئے تھے۔ تم اس سے فائدہ اٹھا کر اللہ کی طرف رجوع کرتے تو تمہارے پچھلے 22 سال بھی سکون بھرے ہوتے، لیکن تم نے شکر اور قناعت سے کام نہیں لیا، بلکہ خواہشات کے پیچھے، اپنی شان جتانے میں پڑ گئے اور اپنی زندگی کو جہنم بنا لیا تھا۔ چلو اب تو بچھڑا ارادہ کر لو کہ اب کے بعد قرضہ نہیں لو گے۔

(24) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يَقُولُ الْعَبْدُ: مَالِي، مَالِي، إِنَّمَا لَهُ مِنْ مَالِهِ ثَلَاثٌ: مَا أَكَلَ فَأَقْفَى، أَوْ لَبَسَ فَأَبْلَى، أَوْ أَعْطَى فَأَقْفَتَى، وَمَا سِوَى ذَلِكَ فَهُوَ ذَاهِبٌ، وَتَارِكُهُ لِلنَّاسِ (صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 4)

ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”بندہ کہتا ہے: میرا مال میرا مال جبکہ اس کا مال تو تین ہی ہیں: وہ جو کھائے اور فنا کر دے یا پہنے اور پرانا کر دے یا جو دے (اللہ کی راہ میں) اور (آخرت کے لئے) جمع کر دے اور اس کے سوا جو ہے وہ جانے والا ہے اور اس کو چھوڑنے والا ہے لوگوں کے لئے۔“

کئی لوگ مال کے پیچھے اپنا جین و سکون سب کھود دیتے ہیں۔ اس میں تین قسم کے لوگ ہیں:

(1) وہ جن کی کمائی ضرورت سے کم ہو۔ وہ ہمیشہ فکر میں گھرے رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ فکر کرنے سے کمائی نہیں ہوتی، بلکہ صحت بگڑ جاتی ہے۔ اس کے بجائے صبر اور قناعت سے کام لیں اور اطمینان سے سوچیں کہ کیسے حلال ذریعہ سے کمائی کی جائے، اللہ سے گڑگڑا کر مزید رزق طلب کرتے رہیں۔ اور جو کچھ

اللہ نے آپ کی تقدیر میں لکھ رکھا ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہیں اور اللہ کی لکھی تقدیر سے راضی رہیں۔ ممکن ہے اللہ کوئی راستہ کھول دے۔ یہ یقین رکھیں کہ جو آپ کی تقدیر میں ہے وہ آپ کو مل کر رہے گا۔

(2) وہ جن کو کمائی تو ہوتی ہے، لیکن ضرورت بھر۔ اس کمائی میں ان کے خواہشات پورے نہیں ہوتے اور وہ دوسروں کو دیکھ کر گھلتے رہتے ہیں کہ فلاں اتنا تناکار رہا ہے، فلاں کے پاس اتنے بنگلے اور گاڑیاں ہیں۔ ان لوگوں کو یہ جان لینا چاہئے کہ اس طرح گھلنے سے آپ کی کمائی نہیں بڑھ جائے گی، بلکہ آپ کا چین و سکون جاتا رہے گا۔ اس کے بجائے اپنی تقدیر پر راضی رہیں اور قناعت اختیار کریں۔ دوسروں کے پاس جو ہے اس سے بے نیاز ہو جائیں۔ ایسا کرنے سے ارمان پورے ہوں نہ ہوں، کم از کم چین و سکون کی زندگی تو نصیب ہوگی، ان شاء اللہ۔

(3) وہ جن کے پاس خوب دولت ہے، لیکن وہ دوسروں کے مقابلہ میں دولت میں مزید آگے بڑھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ خوش رہنے کے تمام اسباب رہنے کے باوجود بے چینی کی زندگی جیتے ہیں۔

یاد رکھیں انسان کی خواہشات اس دنیا میں کبھی پوری نہیں ہوتیں۔ ایک پوری ہوتی ہے تو دوسری خواہش جنم لیتی ہے۔ اس لئے خواہشات اور ارمانوں کو پورا کرنے کے لئے قرضے کرنا، تجارت میں دھوکہ سے کام لینا، دیگر حرام ذرائع اپنانا وغیرہ بعد میں صرف مصائب و پریشانیوں کا سبب بنتے ہیں۔ سکون بھری زندگی چاہئے تو قناعت کے ساتھ، سادگی کے ساتھ زندگی گزاریں۔

خواہشات کو مارنے کا نبوی ﷺ طریقہ:

(25) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُنْظُرُوا إِلَى مَنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ، وَلَا تَنْظُرُوا إِلَى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَهُوَ أَجْدَرُ أَنْ لَا تَزْدُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو تم سے نیچے ہے اس کی طرف دیکھو اور جو تم سے اوپر ہے اس کی طرف نہ دیکھو۔ ایسا کرو گے تو تم اللہ کی نعمتوں کو (جو تم پر ہیں) حقیر نہ سمجھو گے۔“ (صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 7430)

صحت و مالداری، مرتبہ و عزت کے لحاظ سے اپنے سے کم درجہ کے لوگوں کو مثبت نظریہ سے بار بار

دیکھتے رہنے سے شکر گزاری و قناعت جیسے اچھے جذبات جنم لیتے ہیں، باذن اللہ۔ اپنے سے اوپر والوں کو دیکھنے سے حسد، احساس کمتری، ناشکری، سوچ اور عمل میں بگاڑ پیدا ہونے کے امکانات ہوتے ہیں۔ جب کبھی اپنے سے اوپر والوں سے آنا سامنا ہو بھی جائے، تو فوراً اپنے سے کم تر لوگوں کو یاد کر لیں۔ اپنے سے اوپر والوں سے سامنا ہو جائے تو ان کو دیکھ کر جلے نہیں۔ حسد کریں گے تو آپ ہی جلیں گے سامنے والے کا کچھ نہ بگڑیگا۔ اس کی تقدیر میں جو ہے اسے تول کر رہے گا، لیکن آپ کا چین و سکون جاتا رہے گا۔ اپنے سے اوپر والوں سے سامنا ہو جائے تو ماشاء اللہ، بَارَكَ اللهُ فِيكُمْ، جیسی دعائیں دیں۔ اس سے منفی جذبات جنم نہیں لیں گے، ان شاء اللہ۔

(26) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَكْثَرُ مَا ذُكِرَ هَادِمُ اللَّذَاتِ، يَعْنِي الْمَوْتَ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، بَابُ ذِكْرِ الْمَوْتِ وَالْإِسْتِعْدَادِ لَهُ، حدیث نمبر: 4219) حسن ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”لذت کو مارنے والی کو کثرت سے یاد کرو یعنی موت کو۔“

موت مرنے کے بعد کی زندگی کی یاد دلاتی ہے جہاں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے والے گناہگاروں کو دردناک عذاب ہوتا ہے۔ اس سے دل میں اللہ کا خوف بیٹھتا ہے اور گناہوں سے پرہیز کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، ان شاء اللہ۔ کثرت سے موت کو یاد کرنے سے انسان آخرت بنانے کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے، دنیا اس کو ہیچ نظر آتی ہے۔ مجھ سے ایک شخص نے پوچھا: ”میں نمازوں کی پابندی کرنا چاہتا ہوں، لیکن کر نہیں پاتا ہوں۔ کوئی ترکیب بتائیں۔“ میں نے جواب دیا: ”آپ موت کو کثرت سے یاد کریں۔ روزانہ کم سے کم پانچ مرتبہ موت کو یاد کریں۔ اس سے دنیا کی خواہشات دل سے نکل جاتی ہیں، بری سوچ، برے کام چھوٹ جاتے ہیں اور تقویٰ و طہارت کی زندگی نصیب ہوتی ہے، ان شاء اللہ۔ دنیا کے دکھ چھوٹے لگتے ہیں، دنیا کی آسائش کی محرومی کوئی دکھ نہیں پہنچا پاتی، ان شاء اللہ۔“

(3) اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر ابھارتے رہیں۔ اس سے آپ اور آپ کے گھر کے لوگ فضول خرچی، دکھاوا، بڑائی، وغیرہ خبیث خصلتوں سے دور رہیں گے اور

نرمی، سادگی اور حیاء کے ساتھ زندگی گزاریں گے، ان شاء اللہ۔ اس سے خواہشات دب جائیں گی اور آپ پر مالی دباؤ نہیں رہے گا، ان شاء اللہ۔

(4) مندرجہ ذیل احادیث میں نبی ﷺ کی معاشی حالت پر غور کریں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ نے آپ کو اپنے نبی ﷺ سے زیادہ مال عطا کیا۔

(27) عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا قَالَتْ: مَا شَيْخُ آلِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِنْ خُبْزِ شَعِيرٍ يَوْمَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ، حَتَّى قُبِضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ محمد ﷺ کے گھروالے لگا تار دو دن کبھی جو کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی یہاں تک رسول اللہ ﷺ دنیا سے رخصت ہو گئے۔

(صحیح مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 22)

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: وَاللَّهِ يَا ابْنَ أَخْتِي إِنْ كُنَّا لَنَنْظُرُ إِلَى الْهَلَالِ، ثُمَّ الْهَلَالِ، ثُمَّ الْهَلَالِ، ثَلَاثَةَ أَهْلَافٍ فِي شَهْرَيْنِ، وَمَا أَوْقَدَ فِي أَبْيَاتِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَارًا، قُلْتُ: يَا خَالَتُ فَمَا كَانَ يُعَيِّشُكُمْ؟ قَالَتْ: الْأَسْوَدَانِ التَّمْرُ وَالْبَاءُ، إِلَّا أَنَّهُ قَدْ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِيرَانٌ مِنَ الْأَنْصَارِ، وَكَانَتْ لَهُمْ مَنَاحُجٌ، فَكَانُوا يُرْسِلُونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَبَاذِهَا، فَيَسْقِينَاهُ

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ واللہ! اے بھانجے، ہم نیا چاند دیکھتے، پھر نیا چاند دیکھتے، پھر نیا چاند دیکھتے، دو مہینوں میں تین مرتبہ نیا چاند دیکھ لیتے، رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہ جلتی (کھانا نہیں پکتا تھا)۔ میں (ان کے بھانجے) نے کہا: اے خالہ! پھر آپ کا گزارا کیسے ہوتا؟“ ام المؤمنین عائشہ نے فرمایا: ”دو کالی چیزوں سے: کھجور اور پانی مگر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے انصاری پڑوسی تھے جن کی چھیلیاں تھیں اور وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف ان (چھیلیوں) کا دودھ بھیجا کرتے تھے۔“ (صحیح

مسلم، کتاب الزُّهْدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 26)

فائدہ: سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ کی معاشی حالت یہ تھی، لیکن پھر بھی آپ ﷺ اللہ کی عبادت میں لگے رہتے اور کہتے: کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ اس کے برعکس ہمارے گھروں میں مہینوں کا کھانے کا

سامان اسٹاک پڑا رہتا ہے، ہم میں سے بہتوں کو الحمد للہ کہنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

سادگی کے ساتھ زندگی گذاریں

(28) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي أُمَامَةَ الْحَارِثِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَلْبَدَاذُ مِنَ الْإِيمَانِ

عبداللہ بن ابی امامۃ الحارثی رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”سادگی ایمان میں سے ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، حدیث نمبر 4118)

سادگی میں کئی خیر ہیں۔ کم کمائی میں بھی زندگی گذر جاتی ہے۔ قرض داری، دھوکہ، سودی معاملات، تکبر، دکھاوا، فضول خرچی، بے عزتی، بے حیائی، وغیرہ سے بچ جاتے ہیں، پھر ان سے ہونے والے مصائب و پریشانیوں سے بچ جاتے ہیں، بفضل اللہ۔

غنی (بے نیازی)

(29) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى يَقُولُ: يَا ابْنَ آدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِي أَمَلًا صَدْرَكَ غَنًى وَأَسَدَّ فَقْرَكَ، وَإِلَّا تَفَعَّلْ مَلَأْتُ يَدَيْكَ شُغْلًا وَلَمْ أَسَدِّ فَقْرَكَ.

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”آدم کے بیٹے! تو میری عبادت کے لئے فارغ ہو جا، میں تیرے سینے کو غنی سے بھر دوں گا اور تیری فقیری دور کر دوں گا۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تیرے سینے کو اشغال سے بھر دوں گا اور تیری فقیری دور نہیں کروں گا۔“ (سنن ترمذی، ابواب صفۃ الْقِيَامَةِ وَالزَّكَاةِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، هَذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ غَرِيبٌ، صحیح البانی، حدیث نمبر: 2466، ابن ماجہ، کتاب الزُّهْدِ، بَابُ الْهَجْرِ بِالدُّنْيَا، حدیث نمبر: 4107) حسن

جو اللہ کی عبادت کے لئے وقت نہیں نکالتا، بھلے ہی وہ مالدار ہو جائے لیکن فقیری کا خوف اس پر چھایا رہتا ہے یا پھر وہ ایسے معاملات میں پھنس جاتا ہے جہاں اسے مال داری کے باوجود چین و سکون حاصل

نہیں ہوتا۔ اور میں نے دیکھا ہے ہر وہ مالدار جسے چین و سکون حاصل نہیں اپنے مال کو بے فائدہ ہی کہتا ہے۔
غنی اپنانے کا نبوی طریقہ:

(30) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: أَخَذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَنْكِبِي، فَقَالَ: كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِدٌ سَبِيلٍ

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”دنیا میں ایسے رہ جیسے کہ تو اجنبی ہے یا راہ چلتا مسافر ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق، حدیث: 6416)

اس حدیث کو بار بار یاد کریں اور ہم اپنی سوچ یہ بنائیں کہ ہم تو اس دنیا میں ایک مسافر ہیں جو تھوڑی دیر کے لئے رکے ہیں۔ ہماری منزل تو آخرت ہے۔ ہمیں وہیں جانا ہے۔ جب یہ سوچ آپ کی بن جائے گی تو آپ دنیا سے اتنا ہی تعلق رکھیں گے جتنی ضرورت ہے۔ اس سے ہم کئی شرور و فتن اور برائیوں سے بچ جائیں گے، ان شاء اللہ۔

(31) عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ، قَالَ: اضْطَجَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عَلَى حَصِيرٍ فَأَثَرُ فِي جُلْدِهِ، فَقُلْتُ: يَا أُمِّي، يَا رَسُولَ اللَّهِ لَوْ كُنْتُ أَذْنَتَنَا فَفَرَسُنَا لَكَ عَلَيْهِ شَيْئًا يَقِيكَ مِنْهُ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِنَّمَا أَنَا وَالِدُنْيَا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ، ثُمَّ رَاحَ وَتَرَ كَهَا

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”رسول اللہ ﷺ چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے کہ اس کے نشان آپ کے جسم مبارک پر ظاہر ہوئے۔ تو میں نے کہا: اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم کچھ ایسا بچھا دیں جو آپ کو ان (نشانات سے) بچائے۔“ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے کہ ایک مسافر ہے جو ایک درخت کے نیچے تھوڑی دیر کے لئے سایہ میں رک جاتا ہے، پھر اسکو چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزُّهْد، بَابُ الْهَمِّ بِالدُّنْيَا، حدیث نمبر: 4109)

(حسن)

32) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ الْغِنَى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ، وَلَكِنَّ الْغِنَى غِنَى النَّفْسِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”غنی مال و دولت کی کثرت نہیں ہے بلکہ غنی تو نفس کی بے نیازی ہے۔“ (مسلم، الزکاة، باب فضل القناعة والحث علیہا، حدیث: 1051، ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب القناعة، حدیث نمبر: 4137)

33) قَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ: مَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ، فَرَّقَ اللَّهُ عَلَيْهِ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ فَقْرُهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا مَا كُتِبَ لَهُ، وَمَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ دَيْبَتَهُ، جَمَعَ اللَّهُ لَهُ أَمْرَهُ، وَجَعَلَ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ

زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو دنیا حاصل کرنے کو مقصد بنا لیتا ہے، اللہ اس کے معاملات کو بکھیر دیتا ہے اور اس کی آنکھوں کے آگے فقیری کو گھماتا ہے۔ اور اس کو دنیا نہیں ملتی، مگر اتنی ہی جتنی اس کے لئے لکھ دی گئی۔ اور جو آخرت کی نیت رکھتا ہے۔ اللہ اس کے لئے معاملات جمع دیتا ہے اور اس کے دل میں غنی ڈال دیتا ہے اور دنیا اس کے آگے ذلیل و خوار ہو کر آتی ہے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی الدنیا، حدیث نمبر: 4105) (صحیح)

34) عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّاعِدِيِّ، قَالَ: أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِزْهَدْ فِي الدُّنْيَا يُحِبَّكَ اللَّهُ، وَإِزْهَدْ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ

سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا: ”یا رسول اللہ! آپ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جب میں اس کو کروں تو اللہ مجھ سے محبت کرے اور پھر لوگ مجھ سے محبت کریں۔“ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ”دنیا کی محبت چھوڑ دے، اللہ تجھ سے محبت کرے گا، اور جو لوگوں کے پاس ہے اس کی خواہش کرنا چھوڑ دے، لوگ تجھ سے محبت کریں گے۔“ (ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الزہد فی

الدُّنْيَا، حدیث نمبر: 4102) حسن

ان احادیث کا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ کام دھندا چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں الجھے نہ اور دنیا کے پیچھے اتنا نہ بھاگیں کہ آخرت کا خیال ہی نہ رہے۔ دنیاوی خواہشات کے پیچھے نہ پڑیں کہ حرام حلال کی، اللہ کے رضا اور ناراضگی کی فکر ہی نہ رہے۔ اور دنیا ہی کو سب کچھ نہ سمجھیں۔ اسلام حصول مال کا مخالف نہیں، لیکن اس کے لئے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دینا، آخرت کو بھلا دینا، اسلام اس کے خلاف ہے۔

قناعت

35) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْعَاصِ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنَّهُ قَالَ: قَدْ أَفْلَحَ مَنْ هَدَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ، وَرَزَقَ الْكَفَافَ، وَفَتَعَ بِهِ

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کامیاب ہوا وہ شخص جسے اسلام کی ہدیت دی گئی اور ضرورت کے برابر رزق دیا گیا اور وہ اس پر قانع (راضی) ہوا۔“ (مسلم، الزکاة، باب فی الکفاف و القناعة، حدیث: 1053، ابن ماجہ، کتاب الزُّہد، باب القناعة، حدیث نمبر: 4138) (صحیح) (سنن ترمذی، أَبَوَابُ الزُّہدِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْكَفَافِ وَالصَّدْرِ عَلَيْهِ، حدیث نمبر: 2348)

قناعت کہتے ہیں اللہ کے دیئے ہوئے رزق کو اپنے لئے کافی سمجھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے زندگی گزارنے کو۔ قناعت میں جو سکون ہے وہ قرضداری، ہیرا پھیری، بینکوں سے سودی تعلقات میں نہیں۔ اگر انسان میں قناعت نہ ہو تو وہ زیادہ کی حرص میں حرام حلال کی تمیز بھول جاتا ہے۔ اس کو جتنا بھی ملے کم لگتا ہے اور اللہ کی ناشکری اس کا مزاج بن جاتا ہے۔ قرضداری، بینکوں سے سودی تعلقات، ذہنی الجھنیں و پریشانیاں اس کا مقدر بن جاتی ہیں۔ اللہ نے جو پرسکون زندگی دی ہوتی ہے اسے اپنے خواہشات کے ہاتھوں بچ دیتا ہے۔ لوگوں کی یہ غلط سوچ کہ وہ اپنی عقل و چالاکی سے کماتے ہیں ان کو لے ڈوبتی ہے۔ چین و سکون کی زندگی کے لئے قناعت شرط ہے۔ کوئی شخص قناعت کے بغیر چین و سکون سے زندگی جی ہی نہیں سکتا، بھلے ہی وہ کتنا ہی بڑا مالدار کیوں نہ ہو، بفضل اللہ۔

(36) عَنْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحْصَنِ الْأَنْصَارِيِّ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ مُعَافًى فِي جَسَدِهِ، آمِنًا فِي سِرِّهِ، عِنْدَهُ قُوْتُ يَوْمِهِ، فَكَأَنَّمَا حِزَّتْ لَهُ الدُّنْيَا

سلمہ بن عبید اللہ بن محسن الانصاری اپنے باپ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے صبح کی اس حال میں کہ اپنے جسم میں عافیت ہو، اپنے بارے میں امن ہو، اور اس کے پاس ایک دن کی روزی ہو تو گویا کہ اس کے لئے دنیا جمع کر کے دے دی گئی۔“ (ابن ماجہ، کِتَابُ الزُّهُدِ، بَابُ الْقَنَاعَةِ، حدیث نمبر: 4141) حسن

انسان کو صحت اور عافیت اور امن مل جائے اور روٹی، کپڑا اور مکان معمولی ہی مل جائے اور اہل و عیال مل جائیں تو دیگر چیزیں ملے نہ ملے زندگی گزر جاتی ہے۔ انسان کی ضرورت ہی اتنی ہے۔ اور انسان کو اتنے میں ہی خوش رہنا سیکھ لینا چاہئے۔ باقی سب اس کی خواہشات ہوتی ہیں جن کے پیچھے انسان پڑتا ہے تو پھر اسے حرام حلال کی فکر نہیں رہتی، مصائب و پریشانیاں مول لیتا ہے۔

اپنی حدوں کو پہچانیں اور ان کا لحاظ کریں

(37) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ، وَجَنَّةُ الْكَافِرِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔“ (صحیح مسلم، کِتَابُ الزُّهُدِ وَالرَّقَائِقِ، حدیث نمبر: 1)

مومن پر شریعت کی پابندیاں ہوتی ہیں۔ ایک مومن جب اسلام پر عمل کرنے کی ٹھان لیتا ہے تو شروع شروع میں بہت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کیوں کہ اللہ کی رضا کے لئے اسے اپنے کئی ناجائز خواہشات چھوڑنے پڑتے ہیں، کئی کام زائد کرنے پڑتے ہیں۔ غرض یہ کہ اس پر پابندیاں ہی پابندیاں ہوتی ہیں تو گویا وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ وہ قید خانہ میں جی رہا ہے، لیکن اسے بفضل اللہ معلوم ہوتا ہے کہ انہی پابندیوں میں اس کی دنیا اور آخرت کی خیر ہے، پھر جب وہ اللہ کی رضا کے لئے شریعت پر ڈٹ جاتا ہے تو آہستہ آہستہ شریعت کی پابندیاں اس کی عادت میں شامل ہو جاتی ہیں اور وہ ایک اطمینان بھری زندگی جینے لگتا ہے۔ اس کے برعکس، ایک کافر کو کھلی چھوٹ ہوتی ہے۔ وہ اپنی خواہشات میں مگن رہتا ہے، لیکن اسے معلوم

نہیں ہوتا کہ ان میں اس کے لئے شر ہے۔ پھر ایک دن اس کو ان خواہشات کی قیمت چکانی پڑتی ہے۔
دنیا اور آخرت کے مصائب و پریشانیوں سے اسلام کی پابندیاں بہتر ہیں۔ ایسی آزادی کس کام کی
جو مصائب و پریشانیوں کا باعث بنے۔ اللہ فرماتا ہے:

وَعَسَىٰ أَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسَىٰ أَنْ تُحِبُّوا شَيْئًا وَهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۱۷۹﴾

”ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں ناگوار ہو اور وہی تمہارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں پسند ہو اور
وہی تمہارے لیے بُری ہو۔ اللہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے۔“ (البقرة: 216)

دینی علم اور سمجھ حاصل کریں

(38) سَمِعْتُ مُعَاوِيَةَ، خَطِيبًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا
يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ،

معاویہ رضی اللہ عنہ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ جس کے
ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب العلم، باب: مَنْ يُرِدِ
اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، حدیث نمبر: 71)

کیوں کہ دین اسلام سلامتی اور سکون کی راہ دکھاتا ہے جسے سیکھ کر سمجھ کر انسان بہت سارے
مصائب و پریشانیوں سے بچ کر بہت سارا خیر حاصل کر سکتا ہے، باذن اللہ۔ یاد رہے علم دین ایک چیز ہے اور
دین کی سمجھ ایک چیز ہے۔ مثلاً: اسلام میں ادب سکھانے کے لئے گستاخ بیوی کو ہلکے سے مارنے کی رخصت
ہے۔ یہ علم ہے۔ لیکن مارنے کے بعد بیوی اور اس کے خاندان والوں کے قہر کو برداشت کرنے کی قوت ہو تو
ماریں، ورنہ صبر کر لینا بہتر ہے۔ یہ سمجھ ہے۔ اسی طرح اشد ضرورت کے وقت قرض لینے کی، ایک سے زائد

بیویاں رکھنے کی رخصت ہے، لیکن اس کے بعد کے انجام کو برداشت کرنے کی قوت ہو تو ان پر عمل کریں، ورنہ قناعت بہتر ہے۔ کئی لوگ یہ سمجھ نہ ہونے کی وجہ سے ان رخصتوں پر عمل کر کے اپنے اور دوسروں کے لئے مصائب کھڑا کر لیتے ہیں۔ رخصتوں پر عمل کرتے وقت، حالات، وقت اور قوت برداشت کو نظر میں رکھیں۔

تفقہ فی الدین مندرجہ ذیل طریقہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے:

1- ایمان اور اخلاص کے ساتھ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے: کئی بار آدمی جب قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتا ہے تو اپنی کم فہمی کی وجہ سے شکوک و شبہات میں پڑھ جاتا ہے اور قرآن و حدیث کی کئی باتیں اس کی مزاج کے خلاف ہوتی ہیں تو اس کی دلچسپی ختم ہونے لگتی ہے۔ اس لئے جب قرآن و صحیح حدیث کا مطالعہ کیا جائے تو بھرپور ایمان ہو کہ یہ اللہ کی جانب سے برحق ہیں اور ان کے مطالعہ کی غرض اللہ کی رضا کا حصول ہو۔

2- عمل کی نیت سے قرآن و حدیث کا مطالعہ کرنے سے۔ قرآن و حدیث کا مطالعہ اس غرض سے ہرگز نہ ہو کہ مقرر بننا ہے یا کسی کے ساتھ مناظرہ کرنا ہے یا اپنے آپ کو اہل علم میں سے بنانا ہے، اس سے کمائی کرنا ہے، بلکہ اس غرض سے ہو کہ صحیح دین کو جانیں اور اس پر عمل کریں، تاکہ اللہ کی رضا حاصل ہو۔

3- قرآن و حدیث پر غور و فکر، تدبر کرنے سے: بہت سے لوگ قرآن و حدیث کا مطالعہ کرتے ہیں، مگر سری طور پر۔ قرآن پڑھتے ہیں تو ایک ہی بیٹھک میں سورۃ البقرہ پڑھ لیتے ہیں اور دوسری بیٹھک میں سورۃ ال عمران پڑھ لیتے ہیں۔ اس طرح کرنے سے دین میں سمجھ حاصل نہیں ہوتی۔ دین میں سمجھ اس وقت حاصل ہوتی ہے جب قرآن کی ایک ایک آیت پر غور و فکر کیا جائے کہ یہ آیت ہم سے کیا کہتی ہے اور ہم اس آیت پر کہاں تک عمل پیرا ہیں، کیا ہمارا عقیدہ یا عمل اس آیت کے مطابق ہے؟ اگر بتوفیق اللہ عمل پیرا ہیں تو الحمد للہ، ورنہ اسی وقت وہیں اسی حالت میں مضبوط ارادہ کریں کہ میں ان شاء اللہ، اپنا عقیدہ اس آیت کے مطابق بناؤں گا/گی یا اپنا عمل اس آیت کے مطابق بناؤں گا/گی۔

4- قرآن و صحیح حدیث پر عمل کرنے سے: کئی باتیں صرف مطالعہ سے معلوم نہیں ہوتیں، بلکہ عمل کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہیں۔ کئی احکام پڑھنے پر مضر معلوم ہوتے ہیں، لیکن عمل کے بعد معلوم ہوتے ہیں کہ وہ تو بہت ہی مفید ہیں۔ اس لئے بے عمل لوگ اس علم سے محروم ہوتے ہیں جو صرف عمل کے بعد ہی ملتا ہے۔ اس طرح اللہ کی

جانب سے اس علم کے ذریعہ سے ملنے والے خیر سے بھی محروم ہوتے ہیں۔

(39) عَنْ عُمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ (صحيح بخاری، كِتَابُ فَصَائِلِ الْقُرْآنِ، بَابُ: خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ، حديث نمبر: 5027)

عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”تم میں بہترین وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔“

ایک مسلم قرآن مجید سے خوب محبت کرتا ہے، اسے اپنے دل میں بسائے رکھتا ہے، اس کی تلاوت کے لئے ایک خاص وقت متعین کرتا ہے۔ اس کو سمجھنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔ کیوں نہ ہو یہ اللہ کا کلام ہے۔ یہ ہمیں دنیا میں کیسے اچھے طریقہ سے جینا ہے سکھاتا ہے اور آخرت میں ہماری سفارش کرتا ہے۔

(40) عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: نَصَرَ اللَّهُ أَمْرًا سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا قَبْلَ لُغَةِ كَمَا سَمِعَ (ترمذی، حديث نمبر: 2657)

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ اس شخص کو تروتازہ رکھے جو مجھ سے کچھ سنے پھر اس کو دوسروں تک پہنچا دے جیسا اس نے سنا۔“

حدیث قرآن کی شرح ہے، مثلاً قرآن میں ہے صلوٰۃ قائم کرو، لیکن اس کی تفصیل: اوقات، طریقہ، مسائل، وغیرہ قرآن میں نہیں، حدیث میں ملیں گے۔ اسی طرح صوم، زکاۃ، حج وغیرہ احکام کا معاملہ ہے۔ اس لئے حدیث کو پڑھے سمجھے بغیر قرآن پر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن پر عمل کرنے کے لئے علم حدیث حاصل کرنا لازمی ہے۔ کتب حدیث تو بہت ہیں، لیکن ان میں سب سے صحیح اور مستند تو دو ہی ہیں: (1) صحیح بخاری اور (2) صحیح مسلم۔

ایک میکانک بغیر کام سیکھے کام کرے تو کیا وہ صحیح کام کر سکتا ہے، ایک الیکٹریشن بغیر کام سیکھے کام کرے تو کیا وہ صحیح کام کر سکتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح کوئی شخص بغیر دین سیکھے دین پر عمل کرے تو وہ صحیح دین پر عمل ہی نہیں کر سکتا۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ کوئی شخص دین پر عمل کرتا ہے تو دین کو سیکھے بغیر ہی عمل شروع کر دیتا ہے، کچھ سیکھتا بھی ہے تو سنی سنائی باتوں سے جو بالعموم غلط ہوتی ہیں۔ اس لئے جب میں علم کی روشنی میں

دیکھتا ہوں، لوگ تیس، پینتیس سالوں سے نماز پڑھ رہے ہیں، لیکن ان کی نماز میں کئی ایسی غلطیاں ہوتی ہیں جو نماز کو بیکار کر دیتی ہیں۔ ایک شخص تیس پینتیس سال محنت کرے، پھر اسے اس کی اجرت نہ ملے تو پھر تیس پینتیس سال کی محنت ضائع ہوگئی نہ؟ کتنا اچھا ہوا اگر ہم چند ماہ کے لئے روزانہ ایک گھنٹہ صرف کر کے قرآن، صحیح بخاری اور صحیح مسلم پڑھ کر سمجھ کر عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق و آداب سیکھیں اور اصلاح کر لیں تو کم از کم ہماری عمر بھر کی محنت تو ضائع نہ ہوگی، ان شاء اللہ۔ امید ہے کہ آپ اس مشورہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں گے، ان شاء اللہ۔